اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (القرآن)
دارالافتاء
جامعہ محمدیہ معینیہ
مطالبۂ فدک میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف خطا کی نسبت کرنے کی شرعی حیثیت
اور اسے سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کی گستاخی قرار دینے والوں کو قبولِ حق کی دعوت
مع
نارووالی فتویٰ کی شرعی حقیقت
و
تصفیہ کی عبارت اور اسکی مختصر تشریح پر ظلم کی وضاحت
شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ
03008092933
جامعہ محمدیہ معینیہ عمر ٹاؤن جڑانوالہ روڈ فیصل آباد، پاکستان

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (القرآن)

دارالافتاء

جامعہ محمدیہ معینیہ

مطالبۂ فدک میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف خطا کی نسبت کرنے کی

شرعی حیثیت

اور اسے سیدہ پاک کی گستاخی قرار دینے والوں کو قبولِ حق کی دعوت

مع

نارووالی فتویٰ کی شرعی حقیقت وتصفیہ کی عبارت اور اسکی مختصر تشریح پر ظلم کی وضاحت

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیۃ

جامعہ محمدیہ معینیہ

عمر ٹاؤن جڑانوالہ روڈ۔فیصل آباد پاکستان 03008092933

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین ۔

قال اللہ تعالیٰ:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۔ (النحل ۱۶:۱۲۵)

و قال رسول اللہ ﷺ: من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہٖ ،الحدیث۔

(رواہ مسلم و غیرہ من الائمۃ الاعلام)

اسلاف امت کا احترام اشد ضروری ہے

اسلام کے خلاف دوسرے لوگوں کی سازشوں کا بخوبی علم ہونے کے باوجود اتحاد بین المسلمین کی ضرورت اور اہمیت کا ادراک نہیں کیا جارہا۔ کچھ لوگ اتحاد بین المسلمین کی بات کرتے ہیں لیکن عملاً اس کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا الآیۃ پر عمل کے بغیر اتحاد ناممکن ہے، مرکزِ اتحاد حضور اکرم رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس اور اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب ہے۔

اسلام اور بانیٔ اسلام حضور سید المرسلین ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کرنے اور اسلام کی سب سے زیادہ خدمت کرنے والے نفوس قدسیہ کی گستاخیاں بھی کی جائیں اور اتحاد بین المسلمین بھی ہوجائے یہ کیسے ممکن ہے؟

ایک ایسی حقیقت ہے جس سے غیر مسلم دانشور بھی آگاہ ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے سب سے زیادہ اسلام کی خدمت اور اہل اسلام پر سب سے زیادہ احسان کرنے کی سعادت کونسے نفوس قدسیہ کے حصے میں آئی ہے۔ اور اگر کسی شخص کی اسلامی معلومات غیر مسلموں کے برابر بھی نہیں ہیں تو وہ اپنی نادانی پر روئے نہ کہ جو نفوس قدسیہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل بیت کے بھی مقتدیٰ ہیں اُن کے بارے میں زبان درازی کرے۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو اپنے تمام صحابہ کرام کا مقتدیٰ نامزد فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر ۔ (رواہ الترمذی وغیرہ من الائمۃ الاعلام)

ترجمہ: پس اقتداء کرو اُن دونوں کی جو میرے بعد (یکے بعد دیگرے میرے خلفاء) ہیں ابوبکر اور عمر کی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

اس لیے اگر پاکستانی حکومت واقعی اتحاد بین المسلمین چاہتی ہے تو ایسے عناصر کو پوری سزا دے نہ کہ اُن کی گستاخیاں ثابت ہونے کے بعد انہیں تحفظ فراہم کرے۔

الحمد للہ اہل سنت کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام، اہل بیت اطہار و غیر اہل بیت کا احترام فرض

ہے۔اس لیے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی سنی عالم دین حضرات صحابہ کرام، اہل بیت وغیر اہل بیت سے کسی بھی صحابی کی گستاخی کرے۔ جو لوگ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کی گستاخی کریں وہ سنی ہرگز نہیں ہیں۔اس لیے ایسا ہوسکتا ہی نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری صاحبزادی سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی گستاخی کوئی سنی عظیم فاضل کرے۔

اور اگر کچھ لوگ اپنی غلط فہمی یا کج فہمی یا بالارادۃ غلط بیانی کی وجہ سے اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کی ترجمانی کا نام گستاخی اور بے ادبی رکھ دیں تو وہ حقیقتاً گستاخی نہیں بن جائے گی۔اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

استفتاء:

ایک سنی عظیم فاضل نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''تصفیہ ما بین سنی وشیعہ،، سے مسئلہ فدک پر شیعہ کی ایک دلیل اور اس کے جواب میں ایک عبارت پیش کی ''اس موضوع پر ایک اور دلیل (تا) نقص سے منزہ اور پاک ہے،،۔(تصفیہ،ص46،47)

اور پھر اس کی مختصر تشریح بایں الفاظ کی:

یعنی یہ فرمایا: کہ مسئلۂ باغ فدک میں یہ روافض تم دلیل نہ بناؤ کہ معصوم تھیں تو مانگنا ہی حق کی دلیل ہے۔فرمایا نہیں۔ خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں۔جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں۔لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں ان کی حدیث سن کے سرِ تسلیم خم کر لیا۔بلفظہٖ۔

سوال یہ ہے کہ مطالبۂ فدک میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف خطا کی نسبت کرنا،اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

کیا ''خطا پر تھیں،،کا معنیٰ ''خطا کار تھیں'' ہے؟

کیا یہ فتویٰ صحیح ہے کہ اس شخص نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صریح گستاخی کی ہے بلکہ ضمناً حضرت عباس اور ازواج مطہرات کی بھی گستاخی کی ہے اور بالواسطہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی گستاخی کی ہے لہٰذا ایسا شخص اہل سنت سے خارج ہے۔

اور کچھ لوگوں نے اسے کفر قرار دیا ہے۔کیا یہ درست ہے؟

بعض نے لکھا ہے سیدہ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لیے مطلقاً خطا کا لفظ بول کر بہت بڑی جسارت کی ہے کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔پس انہوں نے یہ جملے بول کر ''کہ وہ خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لیے ثابت نہ کر دیا ہو۔العیاذ باللہ۔کیا یہ تحقیقی کلام ہے؟**بینوا توجروا**

الجواب: اللّٰھم الھمنی الحکمۃ والصواب۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔قال اللہ تعالیٰ:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ۔ الآیۃ۔ (الحشر ۵۹:۷)

و قال تعالٰی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ الآیۃ (محمد ۴۷:۳۳)

وقال تعالیٰ:

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ الایة ۔(النساء ۵۹:۴)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا نورث ما ترکنا فھو صدقة۔ رواہ الائمة الکبار من المحدثین۔

مطالبۂ فدک میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف خطا کی نسبت کرنے کا حکم شرعی جاننے کے لیے چند اُمور ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

اول: اہل سنت وجماعت کے نزدیک انسانوں میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

ثانی: لفظ خطا کے متعدد معانی ہیں یعنی یہ لفظ مشترک ہے۔

اس کا ایک معنی ضدِ صواب اور نقیضِ صواب ہے یعنی جو صواب اور درست نہیں ہے اُسے خطا کہتے ہیں۔

اور اس کا دوسرا معنی گناہ ہے ان کے علاوہ بھی اس کے معانی ہیں۔

ہر مقام پر اُس مقام کی مناسبت سے کلام کے سیاق وسباق اور دیگر قرائن وشواہد کے تناظر میں لفظ خطا کے معنی کی تعیین کی جاتی ہے۔

ثالث: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہمارا حسنِ اعتقاد یہ ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ وہ محفوظة عن الخطا ہیں اس جملہ میں خطا بمعنی گناہ ہے یعنی وہ گناہ سے محفوظ ہیں۔

کسی حکم شرعی کے جاننے میں خطا سے محفوظ ہونا مراد نہیں ہے۔ اس لیے کہ کسی فقیہ اور مجتہد سے کسی حکم شرعی کے جاننے میں خطا واقع ہو جانا، اجتہادی خطا ہے جو محفوظ عن الخطاء ہونے کے منافی ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ خطا بمعنی گناہ اور معصیت نہیں ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اجتہادی خطا سے محفوظ نہیں ہیں۔

اجتہادی خطا، خطا بمعنی ضدِ صواب اور نقیضِ صواب (یعنی غیر صواب اور غیر درست) کے باب سے ہے۔

رابع: مذہب حق اہل سنت وجماعت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالی میراث نہ ہونا قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب سے ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے:

لا نورث ما ترکنا صدقة۔ (متفق علیہ)

لا نورث ما ترکنا فھو صدقة۔ (صحیح مسلم وغیرہ)

ترجمہ: ہمارا کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے

یہ حدیث مبارک اور اس مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہیں جن میں حضرات خلفائے راشدین حضرت زبیر بن العوام، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسی شخصیات شامل ہیں اور تمام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے بھی یہ حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے جیسا کہ صحیح البخاری کی حدیث سے ثابت ہے۔

اور اس مسئلہ پر اجماع امت ہے اس لیے کہ اس پر حضرت صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے جو اجماع امت کی اعلیٰ قسم ہے۔ اور حضرت صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجماع کے بعد تمام ائمۂ اہل سنت کا اجماع ہونا تو لازمی امر ہے اس لیے کہ اہل سنت کے نزدیک اجماعِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خلاف قول کرنا جائز ہی نہیں ہے۔

جب مذہبِ حق میں یہ عقیدہ قطعیہ ہے اور ان احادیث مبارکہ پر ایمان لانا فرض ہے اور وہ صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ اس حکم شرعی کے خلاف اور متضاد ہر نظریہ اور قول وفعل کو خطا اور غیر صواب یقین کیا جائے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام سب سے زیادہ ضروری ہے اور سب پر فرض ہے۔

احکام شرعیہ کے خلاف اور متضاد کو خطا جاننا لازم اور ضروری ہے۔ اہل سنت کے نزدیک یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ اس لیے کہ ایک طرف حکم شرع ہے اور دوسری طرف اس کے خلاف اور متضاد نظریہ یا قول وفعل ہے۔ جب دونوں میں تضاد ہے تو بالیقین تمام ائمۂ اہل سنت کے نزدیک خطا اور غیر صواب وہی ہے جو حکم شرع کے خلاف ہے۔

یہ مسئلہ بدیہیات سے ہے۔ اب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبۂ فدک کو خطا قرار دینا اور آپ کی طرف خطا کی نسبت کرنے کا حکم شرعی واضح ہے۔ اس لیے کہ سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کا پہلے یہ موقف تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالی میراث ہے اور اس میں میرا حصہ بھی ہے اسی لیے آپ نے مطالبہ کیا۔ لیکن آپ کا یہ موقف اور مطالبہ حکم شرع کے خلاف تھا اس لیے اس حکم شرع کے بارے میں پوری طرح شرح صدر ہونے پر آپ نے اس موقف اور مطالبہ سے رجوع کر لیا۔ ایسے ہی بعض دیگر حضرات کا بھی یہ موقف تھا انہوں نے بھی رجوع کر لیا۔

جب حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ومن بعدہم تمام ائمۂ اہل سنت کے نزدیک ان احادیث نبویہ اور اس حکم شرع پر ایمان کے لیے اس کے خلاف اور متضاد ہر نظریہ اور قول وفعل کو خطا اور غیر صواب یقین کرنا فرض ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہ عقیدہ ہے۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا میراث نبوی کے مسئلہ میں پہلا موقف اور مطالبۂ فدک بھی اس حکم شرع کے خلاف اور متضاد تھا لہٰذا سب کے نزدیک اسے بھی از روئے شرع خطا اور غیرِ صواب جاننا ضروری ہے۔

''خطا پر تھیں'' کا معنی ہے آپ کا یہ موقف اور مطالبۂ فدک صواب اور درست نہیں تھا۔ اس جملہ میں خطا بمعنی ضدِ صواب اور نقیضِ صواب ہے۔ یہ اجتہادی خطا ہے۔ ایک فقیہ اور مجتہد سے حکم شرعی جاننے میں خطا ہے، یہ خطا بمعنی گناہ نہیں ہے۔ اسے گستاخی قرار دینا سنگین غلطی ہے اور کفر ہونے کا فتویٰ تو ظلم کی انتہاء ہے۔ اس لیے کہ حکم شرع پر ایمان کے لیے اس کے خلاف اور

متضاد امر کے خطا اور غیرِ صواب ہونے کا اعتقاد تو فرض ہے لیکن اسے خطا کہنا کفر ہو، یہ کونسا اسلام ہے؟ یہ تو اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان ہے۔

اسے حکمِ شرع قرار دینا بذات خود کفر ہے اور اس حکم پر دوسروں کا راضی ہونا اس ظلم عظیم میں برابر شریک ہونا ہے۔ اس لیے اسے گستاخی قرار دینے والے یا مزید غلو کرتے ہوئے کفر قرار دینے والے اور اس پر راضی ہونے والے تمام لوگوں پر توبہ فرض ہے۔

یہ ان لوگوں کی سراسر سینہ زوری اور تحکم ہے۔ اس لیے کہ جب بات ہی مطالبۂ فدک کے از روئے شرع جائز ہونے یا نہ ہونے کی ہو رہی ہے بزعم شیعہ اور روافض مطالبۂ فدک جائز ہونے پر حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''تصفیہ مابین سنی وشیعہ،، میں ان کی ایک دلیل نقل کی ہے اور پھر اس کا جواب دیا جس میں مطالبۂ فدک کا از روئے شرع خطا ہونا تسلیم کیا ہے۔ وہی عبارت اس سنی فاضل نے پڑھ کر سنائی ہے اور پھر اس کی مختصر تشریح کی ہے جس میں یہ جملہ بولا ہے: ''خطا پر تھیں''۔

سیاق وسباق کے تناظر میں اس میں بھی کوئی ابہام نہیں ہے۔ اور اگر سیاق وسباق کو ملحوظ نہ رکھا جائے (اگرچہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے) تو اس میں اگر کچھ ابہام ہے تو اس سے متصل بعد والے جملے: ''جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' کے ساتھ تفسیر کر دی ہے کہ فدک مانگنے اور اس کا مطالبہ کرنے میں خطا پر تھیں۔ یعنی ان کا یہ مطالبہ از روئے شرع صواب اور درست اور جائز نہ تھا کیونکہ حدیث نبوی کے خلاف تھا۔

لیکن حدیث نبوی سننے اور مسئلۂ میراث نبوی میں شرحِ صدر ہونے کے بعد انہوں نے کوئی ضد نہیں کی بلکہ سرِ تسلیم خم کر لیا اور اپنے موقف سے رجوع کر لیا، جسے اس فاضل نے اس سے متصل بعد والی عبارت کے ساتھ واضح بیان کیا ہے۔ ملاحظہ کریں:

''لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں ان کی حدیث سن کے سرِ تسلیم خم کر لیا۔

گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا کے بھی تقاضے ہیں اُن کو ملحوظ رکھتے ہوئے بتایا جائے کہ مسئلۂ فدک میں سیدہ پاک رضی اللہ عنہا سے اجتہادی خطا سرزد ہونے کا بیان کرنے کے ساتھ ہی اس فاضل نے آپ کی عظمت اور شانِ اخلاص بیان کی ہے یا بڑی بے ادبی اور گستاخی کی ہے؟ کیا مطالبۂ فدک میں سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کا خطا پر ہونا، اجتہادی خطا ہے یا خطا بمعنی گناہ ہے؟ جبکہ غلطی اور خطا بمعنی گناہ سے محفوظ ہونے کی تصریح بھی اس فاضل نے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند فرماتا ہے۔ دھاندلی اور مکاری کی اجازت کسی کو نہیں ہے۔ کلام کے سیاق وسباق اور قرائن حالیہ ومقالیہ کے ساتھ لفظِ مشترک کے معنی کی تعیین کی جاتی ہے نہ کہ اپنی طرف سے ایک معنی صاحبِ کلام پر تھوپ دیا جائے اور پھر اس پر گستاخی کرنے کا فتویٰ لگا دیا جائے۔ **نعوذ باللہ من ذلك**۔

میراث نبوی اور مطالبۂ میراث میں سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کا پہلا موقف اور مطالبہ از روئے شرع خطا ہونا یعنی صواب اور درست نہ ہونا، اہل سنت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے۔

مقتدایانِ اہل سنت حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق وحضرت سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم وحضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ موقف اور مطالبہ صواب اور درست نہیں تھا ویسے ہی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ اور حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی خطا تھا۔ اسی لیے ان دونوں حضرات نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں ان اموال کو بطور میراث تقسیم نہیں کیا ورنہ صاحبِ حق کی طرف سے جب تقاضا بھی ہو چکا تھا اور وہ حق بعد میں ان کی اولاد کا ہو چکا تھا تو امیر المؤمنین پر لازم تھا کہ صاحبِ حق کو حق دیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں کیا گیا، اس سے ثابت ہوا کہ حق تھا ہی نہیں۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالی میراث نہ ہونے پر اجماع اہل سنت ہے اور یہ مسئلہ مذہب اہل سنت اور مذہب شیعہ اور روافض کے درمیان فاصل اور فارق ہے کیونکہ شیعہ اور روافض کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالی میراث تھی جو سیدہ پاک کو نہ دے کر اُن پر ظلم کیا گیا اور حدیث نبوی: ''لا نورث ما ترکنا فھو صدقة'' کے بارے میں شیعہ نے امیر المؤمنین خلیفۂ رسول بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے یہ روایت خود گھڑی ہے حالانکہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ایک جماعت نے یہ حدیث مبارک روایت کی ہے اُن میں سیدنا علی مرتضی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں ان دونوں حضرات نے تصدیق کی ہے ''قد قال ذلك'' کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمانِ مقدس ضرور ارشاد فرمایا ہے۔

اب جس شخص کا مذہبِ اہل سنت کی حقانیت پر ایمان ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالی میراث نہ ہونے پر یقین رکھتا ہے اُس پر فرض ہے کہ اس حکم شرع کے خلاف اور متضاد نظریہ اور قول وفعل کو خطا اور غیر صواب جانے۔ اس لیے کہ اسے خطا اور غیر صواب نہ جاننے کی صورت میں اس شخص کا اس حکمِ شرع پر ایمان ہو ہی نہیں سکتا، جیسا کہ ایمان کی تعریف ہی سے واضح ہے۔ اس لیے سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کے مطالبۂ فدک کو خطا اور غیرِ صواب قرار دینے پر سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کی گستاخی کرنے، یا مزید غلو کرتے ہوئے، کفر کرنے کا حکم لگانے والے لوگوں کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ احکامِ شرع کا احترام کر کے عقیدۂ اہل سنت پر رہنا ہے یا خواہش نفس کی پیروی کرنے کا نام اتباعِ شریعت اور سنیت رکھنا ہے؟ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

اس قدر وضاحت کے باوجود بھی اگر کوئی شخص مسئلۂ میراثِ نبوی میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے موقف اور مطالبۂ فدک کو خطا اور غیرِ صواب نہیں جانتا تو پھر کیا اُس شخص کے نزدیک احادیث نبویہ اور وہ حکم شرع جو قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہے وہ خطا ہے؟ نعوذ باللہ من ذلك۔ کیونکہ یہ دونوں امور متضاد اور متناقض ہیں ان میں سے ایک کو خطا اور غیر صواب تسلیم کرنا ضروری ہے۔

اب اگر کسی شخص کے نزدیک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا احترام، اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات اور شریعتِ مطہرہ سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت سیدہ پاک کا کوئی موقف یا قول وفعل حکم شرع اور احادیث نبویہ

کے خلاف بھی ہواوراس سے وہ رجوع بھی کر چکی ہوں پھر بھی اسے خطا اور غیر صواب جاننا یا خطا کہنا سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی گستاخی شمار ہوگی بلکہ کفر ہوگا۔

پھر کیا اُس شخص کے نزدیک یہ حکم شرع اوراحادیث نبویہ خطا قرار پائیں گی؟

نعوذ باللہ من ذلك ثم نعوذ باللہ من ذلك۔

یا دونوں میں سے کوئی بھی خطا اور غیر صواب نہیں ہے نہ حکمِ شرع خطا ہے اور نہ ہی سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کا موقف اور مطالبۂ میراث خطا ہے؟ تو گزارش یہ ہے کیا یہ اسلام اور سنیت ہے یا گمراہی اور بدعت ہے؟

کیا کوئی صاحبِ علم بقائمی ہوش وحواس یہ موقف اختیار کرسکتا ہے کہ سیدہ پاک کا حکمِ شرع کے خلاف اور متضاد موقف اور مطالبۂ فدک بھی از روئے شرع حکم شرع کی طرح حق وصواب ہی تھا خطا اور غیر صواب ہرگز نہیں تھا؟

اور "خطا پر تھیں" کا معنی "خطار کار تھیں" بتانا صحیح نہیں ہے۔ "خطا پر تھیں" کا مطلب ہم نے بیان کر دیا ہے جبکہ "خطار کار" کا معنی ہے: گنہگار، قصوروار، مجرم (فیروز اللغات) اوراجتہادی خطا کوئی گناہ اور جرم نہیں ہے۔ لہذا یہ ترجمہ سراسر غلط بیانی اور بہتان ہے۔ **واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم**

شبہ:

بعض لوگوں نے کہا ہے: خطائے اجتہادی ہے ہی نہیں دھکیل کر اس کی طرف لے جایا جاتا ہے۔تم نے کہا: سیدہ جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں۔ہم نے کہا: جو''خطا پر تھیں'' کہے اُس نے کفر کیا:

جواب:

اقول: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ یہ سراسر دھاندلی اور غلط بیانی اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔راقم الحروف اس سے قبل اس مسئلہ پر جولکھ چکا ہے ایسے شبہات واہیہ کے ازالہ کے لیے وہ کافی ووافی ہے تاہم مزید اِتمام حجت کے لیے مسئلہ کی وضاحت کی جاتی ہے۔ وباللہ التوفیق:

کلام مذکور میں پہلا دعویٰ یہ ہے کہ''خطائے اجتہادی ہے ہی نہیں دھکیل کر اس کی طرف لے جایا جاتا ہے،،۔

اس سے قائل کی مراد یہ ہو کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی مسئلہ میں بھی خطائے اجتہادی ہے ہی نہیں۔

یا مقصود یہ ہو کہ مطالبۂ فدک میں سیدہ پاک رضی اللہ عنہا سے خطائے اجتہادی ہے ہی نہیں

یہ دونوں نظریے اور عقیدے قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت کے خلاف ہیں اس لیے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبۂ میراثِ نبوی کو از روئے شرع خطا اور غیر صواب تسلیم نہ کرنا احادیث نبویہ اور اُن سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالی میراث نہ ہونے) کو خطا قرار دینے کے مترادف ہے۔

کیونکہ یہ حکم شرعی قطعی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبۂ میراثِ نبوی دونوں متضاد ہیں اس لیے دونوں کا از روئے شرع حق وصواب ہونا شرعاً وعقلاً ناممکن اور محال ہے۔اور اس حکم شرعی قطعی کو خطا جاننا بالیقین رافضیت ہے۔

لہٰذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ خطائے اجتہادی ہے جو گناہ اور معصیت نہیں ہے اس لیے یہ دعویٰ حقائق واقعیہ کا دانستہ انکار اور حکم شرعی قطعی کے خلاف عقیدہ اور نظریہ ہے جو بلاشبہ محض گمراہی ہے۔اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

کلام مذکور میں کفر کے فتویٰ کی شرعی حقیقت:

کلام مذکور کا دوسرا حصہ ہے تم نے کہا:''سیدہ جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں،،۔ہم نے کہا: جو''خطا پر تھیں'' کہے اُس نے کفر کیا۔

جواب:

اقول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ ونعوذ باللہ من ذلك۔

جو''خطا پر تھیں'' کہے اس نے کفر کیا۔ یہ کفر کا فتویٰ، اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔اسلام میں آزادی نہیں ہے کہ جس قول وفعل کو قبول کرنا تمہاری خواہش نفس کے خلاف ہوا سے کفر قرار دے

دو۔کسی قول وفعل پر حکمِ کفر لگانے کے لیے اسلام کے اصول وضوابط ہیں اس لیے شریعت مطہرہ سے ثبوت درکار ہے۔کفر ثابت کرنے کے لیے دلائل شرعیہ کا بھی ایک معیار ہے اس پر پورا اُترنے والے دلائل پیش کرنے ہوں گے۔

جبکہ ''خطا پر تھیں'' کہنے پر حکم کفر اصولِ شرع کے بالکل خلاف ہے اس لیے کہ اس کلام کا اگر کوئی سیاق وسباق نہ ہوتا، صرف یہی جملہ ہوتا کہ: ''سیدہ جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں،، یعنی ان کا مانگنا خطا تھا صواب اور درست نہ تھا۔ کیا مانگ رہی تھیں؟ اس کی کچھ وضاحت اور تفصیل نہ ہوتی ،تو اس صورت میں بھی علی الاطلاق یہ حکم لگانا کہ جو''خطا پر تھیں'' کہے اس نے کفر کیا۔

اللہ تعالیٰ اور حضور سید المرسلین ﷺ اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔اسے حکمِ شرع قرار دینا بذات خود کفر ہے۔اسلام اور شریعت لوگوں کی خواہش نفس کے تابع نہیں ہے۔غیر کفر کو کفر قرار دینے کی اسلام میں رخصت نہیں ہے اور پھر اسے حکم شرع بتانا اور اپنے اس فعل کو جائز سمجھنا اور اسے اللہ ورسول جل وعلا وﷺ کا فیصلہ قرار دینا دوسرا ظلم عظیم ہے۔

اور اگر اس پر اصرار ہے کہ ہمارا یہ فتویٰ صحیح ہے اسے کفر قرار دینا واقعی حکم شرع ہے تو ہماری طرف سے چیلنج ہے کہ اصولِ اِفتاء کے مطابق شرعی دلائل پیش کریں ورنہ علانیہ توبہ کریں اُمت مسلمہ کو گمراہ نہ کریں۔

جب کہ اس فاضل کے کلام ''جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' کا سیاق وسباق ہے مسئلہ بیان ہو رہا تھا مطالبۂ فدک کے جائز اور حق وصواب ہونے یا نہ ہونے کا۔

شیعہ اور روافض کا موقف یہ ہے کہ مطالبۂ فدک حق وصواب تھا۔تو فاضل مذکور نے ''تصفیہ مابین سنی وشیعہ،، سے شیعہ کی ایک دلیل اور اس کا جواب پڑھ کر سنانے کے بعد اس عبارت کی مختصر تشریح بایں الفاظ کی:

''یعنی یہ فرمایا کہ مسئلۂ باغ فدک میں یہ روافض تم دلیل نہ بناؤ کہ معصوم تھیں تو مانگنا ہی حق کی دلیل ہے۔فرمایا نہیں: خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں ان کی حدیث سن کے سرِ تسلیم خم کر لیا۔

تو اس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبۂ فدک، حکمِ شرعی قطعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے ازروئے شرع خطا ہونا،صواب اور درست نہ ہونا اور سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کا مطالبۂ فدک میں خطا پر ہونا تسلیم کرنا مذہبِ اہل سنت میں لازم اور ضروری ہے۔

تو اس نظریہ اور عقیدہ کو حق وصواب اور مذہبِ اہل سنت تسلیم کرنے کی بجائے اسے کفر قرار دینا بذاتِ خود کفر ہے۔**نعوذ باللہ من ذلك**۔اس لیے کہ مطالبۂ فدک میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خطا پر ہونا یعنی اُن کا یہ مطالبہ صواب اور درست نہ ہونا، تسلیم کرنا حکم شرعی قطعی پر ایمان کا لازمی نتیجہ ہے۔

کیسی جرأت اور بے باکی ہے کہ مذہبِ اہل سنت میں جس حقیقت کو تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے ورنہ حکم شرعی قطعی پر ایمان ہی نہیں ہوسکتا، اسے حق وصواب تسلیم کرنے اور اس کے مطابق اعتقاد رکھنے کی بجائے، اسے بیان کرنا ہی کفر قرار دے

دیا گیا ہے۔

نعوذ باللہ من ذلك۔ شریعت مطہرہ کے ساتھ کھیلا جارہا ہے۔خواہشِ نفس کی پیروی کو حکم شرعی کہا جارہا ہے۔

لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

حدیث نبوی ''**لا نورث ما تر کنا فھو صدقة** ''اوراس مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ میں بیان کردہ حکم اوراس پر اِجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی ہے۔

کیا یہ حکم شرعی قطعی ہے یا نہیں؟اوراس پر ایمان فرض ہے یا نہیں؟

اگراس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ حکم شرعی قطعی ہےاوراس پر ایمان فرض ہے،تو پھر جوقول وفعل اس حکم شرعی قطعی کے خلاف اورمتضاد ہےازروئے شرع اس کے خطا اورغیر صواب ہونے میں کیا شبہ ہے؟اوراس کے خطا اورغیر صواب ہونے پر ایمان نہ ہونے کا کیا جواز ہے؟

اوراس کوازروئے شرع خطا اورغیر صواب یقین کیے بغیر اس حکم شرعی قطعی پر ایمان پایا جانا کیسے ممکن ہے؟ اس کی وضاحت کردیں۔

اوراس حکم شرعی قطعی پر ایمان کے لوازم اور مقتضیات کیا ہیں؟

اگراس حکم شرعی قطعی کے خلاف اورمتضاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبۂ فدک کوازروئے شرع خطا اورغیر صواب کہنے پر حکم کفر صادر کرنا،اس حکم شرعی قطعی کے حق وصواب ہونے کا انکار کرنے کے مترادف نہیں ہےتو کیا اس پر ایمان کا تقاضا پورا کیا جارہا ہے؟

اوراگراس حکم شرعی پر ایمان کا دعویٰ بھی ہےتو یہ کونسا اسلام ہےجس کی تبلیغ کی جارہی ہے؟جس میں حکم شرعی قطعی کی طرح اس کے خلاف اورمتضاد قول وفعل کوبھی حق وصواب جاننا ضروری ہےاوراسے خطا اورغیر صواب کہنا کفر ہے۔ **لا حول و لا قوۃ الا باللہ**

کیا اس سے بدترین بھی کوئی صورت جہل مرکب میں گرفتار ہونے کی ہوسکتی ہے؟ اِس امت پر رحم کریں اورانہیں بتائیں کہ اس حکم شرعی قطعی پر ایمان کالازمی تقاضا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مطالبۂ میراث نبوی میں خطا پرتھیں یعنی اُن کا یہ مطالبہ ازروئے شرع حق وصواب اور درست نہیں تھا اور یہ آپ کی خطائے اجتہادی تھی یعنی میراثِ نبوی کے مسئلہ میں حکم شرعی جاننے میں غلط فہمی ہوئی تھی جو گناہ اورمعصیت ہرگز نہیں ہے۔

اورعلانیہ توبہ کریں جیسا فتویٰ علانیہ تھا۔اور جولوگ اس حکمِ کفر پرراضی ہوئے اوراسے درست جانا اُن تمام پربھی توبہ فرض ہے۔توبہ بندے کے اخلاص کی دلیل ہےاسے عار نہ سمجھا جائے۔**واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم**۔

نارووالی فتوی کی شرعی حقیقت:

جس شخص نے یہ کہا کہ ''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا باغ فدک کے سوال پر خطا پر تھیں، غلطی پر تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مال حرام سے بچالیا،،۔

یہ کلام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں صریح بے ادبی اور گستاخی ہے (تا) متکلم مذکور کے کلام سے صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بے ادبی نہیں بلکہ ضمناً حضرت عباس اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی بھی گستاخی ہے اسی طرح بالواسطہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی گستاخی ہے لہذا ایسا شخص (تا) اہل سنت سے خارج ہے اگر اس پر مصر ہو تو کفر تک جائے گا (تا) لہذا گستاخ مذکور کو فوراً توبہ کرنی چاہیے ورنہ اہل سنت سے خارج ہوگا۔

(اس فتوی کی تائید کثیر افراد نے کی ہے)

ناروالی فتویٰ کی عکسی کاپی آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کریں

ناروالی فتویٰ کی عکسی کاپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ باغ فدک اور موجودہ صورتحال

1۔ باغ فدک چند کنال پر مشتمل کھجور کا باغ ہے، جو مدینہ منورہ سے **180** کلومیٹر شارع تبوک خیبر قدیم میں ہے۔

2۔ باغ فدک مال فئے ہے اور مال فئے کا حکم شرعی مال وقف ہے۔

3۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں باغ فدک سے اہل بیت کرام علیہم الرضوان، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو خرچ دیتے تھے اور وصال مبارک تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی معمول رہا۔

4۔ وصال مبارک کے بعد اسلام کے قانون وراثت کے اعتبار سے سب حقداروں نے مطالبہ کیا جن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بحیثیت عصبہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بحیثیت بیٹی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔ (صحیح بخاری) انبیاء کرام علیہم السلام کی مالی وراثت نہیں ہوتی، پر سب مطمئن ہوئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمول مبارک کے مطابق خلافت راشدہ میں بھی عمل ہوتا رہا۔ ان شخصیات کا مطالبہ فرمانا اس حکمت کے پیش نظر تھا کہ اُمت کے سامنے انبیاء کرام کی مالی وراثت کا مسئلہ کھل کر معلوم ہو جائے۔

5۔ موجودہ صورتحال میں جس شخص نے یہ کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا باغ فدک کے سوال پر خطا پر تھیں، غلطی پر تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مال حرام سے بچالیا...... یہ کلام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں صریح بے ادبی اور گستاخی ہے۔ باغ فدک کے حوالے سے مذکور شخص کے کلام سے واضح ہو رہا ہے کہ متکلم مذکور محض سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کر رہا ہے جبکہ باغ فدک کا مطالبہ دیگر اہل بیت کرام نے بھی کیا ہے۔ متکلم مذکور کے کلام سے صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بے ادبی نہیں ہے بلکہ ضمناً حضرت عباس اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی بھی گستاخی ہے۔ اسی طرح بالواسطہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی گستاخی ہے لہٰذا ایسا شخص لعنتی، ضال مضل اور اہلسنت سے خارج ہے، اگر اس پر مصر ہو تو کفر تک جائیگا۔

6۔ شرح شفاء شریف میں ہے" **اتفق العلماء من السلف والخلف من اهل السنة علیٰ ان سب آل البيت الاطهار و ازواج النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم و اصحابه الكرام رضی اللّٰه عنهم وتنقصهم حرام ملعون فاعلهٗ** "...... اُمت کے سلف و خلف علماء کا اتفاق ہے کہ اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی اور اُن کی شان میں کمی کرنا حرام ہے اور ایسا کرنیوالا شخص لعنتی ہے۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد نمبر 8 میں ہے، امام سہیلی حدیث بضعۃ کے تحت فرماتے ہیں "**من سبها فانه يكفر**" ...... جو شخص سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کرے، وہ کافر ہے لہٰذا گستاخ مذکور کو فوراً توبہ کرنی چاہئے ورنہ اہلسنت سے خارج ہوگا اور اہلسنت پر ایسے شخص سے برأت کرتے ہوئے لاتعلق ہونا واجب ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب تفصیلی دلائل بھی پیش کئے جائیں گے۔

المحرر: مفتی جمیل احمد صدیقی

سابق شیخ الحدیث و مفتی جامعہ محمدیہ بھکھی شریف مہتمم جامعہ نبویہ نمین شریف منڈی بہاؤالدین

0343-1688737

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ باغ فدک اور موجودہ صورتحال

1۔ باغ فدک چند کنال پر مشتمل کھجور کا باغ ہے، جو مدینہ منورہ سے 180 کلو میٹر شارع تبوک، خیبر قدیم میں ہے۔

2۔ باغ فدک مال فے ہے اور مال فے کا حکم شرعی مال وقف ہے۔

3۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں باغ فدک سے اہل بیت کرام علیہم الرضوان، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو خرچہ دیتے تھے اور وصال مبارک تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی معمول رہا۔

4۔ وصال مبارک کے بعد اسلام کے قانون وراثت کے اعتبار سے سب حقداروں نے مطالبہ کیا جن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بحیثیت عصبہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بحیثیت بیٹی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔ (صحیح بخاری) انبیاء کرام علیہم السلام کی مالی وراثت نہیں ہوتی، پر سب مطمئن ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمول مبارک کے مطابق خلافت راشدہ میں بھی عمل ہوتا رہا۔ ان شخصیات کا مطالبہ فرمانا اس حکمت کے پیش نظر تھا کہ امت کے سامنے انبیاء کرام کی مالی وراثت کا مسئلہ کھل کر معلوم ہو جائے۔

5۔ موجودہ صورتحال میں جس شخص نے یہ کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا باغ فدک کے سوال پر خطا پر تھیں، غلطی پر تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مال حرام سے بچایا ۔۔۔ یہ کلام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں صریح بے ادبی اور گستاخی ہے۔ باغ فدک کے حوالے سے مذکور شخص کے کلام سے واضح ہو رہا ہے کہ متکلم مذکور شخص سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کر رہا ہے جبکہ باغ فدک کا مطالبہ دیگر اہل بیت کرام نے بھی کیا ہے۔ متکلم مذکور کے کلام سے صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بے ادبی نہیں ہے بلکہ ضمناً حضرت عباس اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی بھی گستاخی ہے۔ اسی طرح بالواسطہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی گستاخی ہے لہٰذا ایسا شخص فاسق، ضال مضل اور اہلسنت سے خارج ہے، اگر اس پر مصر ہو تو کفر تک جائیگا۔

6۔ شرح شفا شریف میں ہے "اتفق العلماء من السلف والخلف من اهل السنة على ان سب آل البيت الاطهار و الازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اصحابه الکرام رضی اللہ عنهم وتنقصهم حرام ملعون فاعله" ۔۔۔ امت کے سلف و خلف علماء کا اتفاق ہے کہ اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی اور ان کی شان میں کمی کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا شخص لعنتی ہے۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد نمبر 8 میں ہے، امام سہیلی حدیث بضعہ کے تحت فرماتے ہیں "من سبها فانه یکفر" ۔۔۔ جو شخص سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کرے وہ کافر ہے لہٰذا گستاخ مذکور کو فوراً توبہ کرنی چاہئے ورنہ اہلسنت سے خارج ہوگا اور اہلسنت پر ایسے شخص سے برأت کرتے ہوئے لاتعلق ہونا واجب ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب تفصیلی دلائل بھی پیش کئے جائیں گے۔

المحرر: مفتی جمیل احمد صدیقی

سابق شیخ الحدیث و مفتی جامعہ محمدیہ بھکھی شریف مہتمم جامعہ نبویہ [illegible] شریف منڈی بہاؤالدین

0343-1688737

18-07-20

الراجی الی رحمۃ الرحمان سید محمد عرفان

غفر لہ الرحمٰن الی یوم المیزان

دار العرفان سبزہ زار لاہور

الجواب

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

فتویٰ درحقیقت شرعی حکم ہے اور جس تحریر میں حکمِ شرع درج ہی نہیں کیا گیا اگر اس پر بہت سارے لوگ، جن میں بعض علماء ہی نہیں ہیں اور بعض رسمی علماء ہیں ماہرین علومِ شرع اور فقیہ نہیں ہیں، تائیدی دستخط کر دیں تو وہ شرعی حکم اور شرعی فیصلہ نہیں بن جائے گا اس لیے یہ فتویٰ درحقیقت فتویٰ نہیں ہے بلکہ اسلامی تاریخ کا فقید المثال فتنہ ہے۔ فتاویٰ کی تائید ہمیشہ شریعت مطہرہ کے ماہرین سے کرائی جاتی ہے لیکن اس فتویٰ کی تائید میں معاملہ برعکس ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے دلائل شرعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ اس سنی فاضل نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بے ادبی اور گستاخی ہرگز نہیں کی بلکہ اہل سنت کا اِجماعی عقیدہ بیان کیا ہے تو وہ سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کی صریح بے ادبی اور گستاخی اور ضمناً حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرات اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن اور بالواسطہ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کیسے بن گئی؟

اوران نفوس قدسیہ کی گستاخی کرنے والے کے بارے میں حضرات ائمۂ کرام کے ارشادات اس فاضل پر فٹ کرنا دوسرا ظلم ہے۔ اس سے یہ تحریر شرعی حکم اور شرعی فیصلہ نہیں بن جائے گا۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس مفتی صاحب کا دل گواہی دیتا ہے کہ اس سنی فاضل نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی ہرگز نہیں کی، جس کا واضح ثبوت خود یہ فتویٰ ہی ہے اِس لیے کہ اس مفتی صاحب نے باوجود اِس کے کہ فاضل مذکور کے کلام کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں صریح بے ادبی اور گستاخی قرار دیا ہے اور امام سہیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول:

''من سبّها فانه یکفر''۔

ترجمہ: جس شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کی وہ کافر ہو جائے گا،

بھی نقل کیا ہے۔ لیکن فاضل مذکور کی تکفیر کرنے کی جرأت پھر بھی نہیں کی، بلکہ انہیں اہل سنت سے خارج قرار دینے میں بھی اضطراب اور تذبذب کا شکار ہیں۔

پہلے لکھا: ''ایسا شخص (تا) اہل سنت سے خارج ہے اگر اس پر مصر ہو تو کفر تک جائے گا،، اور پھر امام سہیلی کا قول مذکور نقل کرنے کے بعد لکھا: ''لہٰذا گستاخ مذکور کو فوراً توبہ کرنی چاہیے ورنہ اہل سنت سے خارج ہوگا،،۔

راقم الحروف کہتا ہے: گویہ صریح تضاد بیانی ہے۔ مفتی صاحب وثوق اور اعتماد کے ساتھ کوئی حکم لگا ہی نہیں سکے۔ ایک دفعہ فاضل مذکور کو اہل سنت سے خارج قرار دیا اور چند سطور کے بعد لکھ دیا: ''گستاخ مذکور کو فوراً توبہ کرنی چاہیے ورنہ اہل سنت سے خارج ہوگا،،۔

پہلے یہ حکم لگایا کہ اہل سنت سے خارج تو بہر حال ہے البتہ اگر اس نظریہ پر مصر ہو یعنی توبہ نہ کرے تو کفر تک جائے گا۔ پھر یہ حکم لگا دیا کہ فوراً توبہ کرنی چاہیے اور اگر توبہ نہیں کرے گا تو اہل سنت سے خارج ہو جائے گا (نہ کہ کفر تک چلا جائے گا)۔

اس تضاد بیانی کو شرعی حکم اور شرعی فیصلہ اور فتویٰ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

نیز مفتی صاحب کے بیان کردہ متضاد حکم اور بطور سند پیش کردہ قولِ امام سہیلی کے درمیان مخالفت اور عدم اِنطباق کی وجہ سے بھی اسے شرعی حکم اور شرعی فیصلہ قرار دینا تو درکنار مطلقاً حکم اور فیصلہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔

امام سہیلی کے قول: من سبّها فانه یکفر ''کا معنی یہ نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صریح بے ادبی اور گستاخی کرنے والا اہل سنت سے خارج ہے اگر توبہ نہ کرے تو کفر تک جائے گا۔ اور نہ ہی یہ معنی ہے کہ: توبہ نہ کرے تو اہل سنت سے خارج ہو جائے گا۔

تاہم ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ مفتی صاحب حقیقی صورتحال سے باخبر ہیں کہ فاضل مذکور نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی ہرگز نہیں کی۔ اور یہ قلبی کیفیت تحریر کے وقت اثر انداز ہوتی رہی اس لیے نہ امام سہیلی کے قول کے مطابق حکم لگانے کی جرأت ہوئی اور نہ ہی اہل سنت سے خارج قرار دینے کا دوٹوک فیصلہ سنانے کی ہمت کر سکے۔ اسی لیے آخر میں یہی لکھا: لہٰذا گستاخ مذکور کو فوراً توبہ کرنی چاہیے ورنہ اہل سنت سے خارج ہوگا۔

اس لیے حقیقتِ حال سے بے خبر اور ناواقف یا بالارادہ غلط بیانی کرنے والے لوگ بیشک اسے فتویٰ کا نام دیں لیکن شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور اس پر تائیدات کی بھی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ الیکشن نہیں ہے کہ ووٹ کتنے ہیں یہ تو خالص شرعی مسئلہ ہے جس میں شرعی دلائل درکار ہیں اور علوم شرعیہ کے ماہرین کی تصدیق وتائید مطلوب ہے۔

مفتی صاحب کی تحریر کردہ دوسری گستاخی کی حقیقی صورتحال:

فاضل مذکور کی نسبت مفتی صاحب نے دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ ''شخص مذکور نے یہ بھی کہا ہے کہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو) مال حرام سے بچالیا،،۔

اور پھر اس پر بھی مفتی صاحب نے لکھا کہ: یہ کلام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں صریح بے ادبی اور گستاخی ہے،، تا آخر۔

الجواب:

اللہ تعالیٰ انصاف اور سچ کو پسند فرماتا ہے یہ مفتی صاحب کی زیادتی ہے اس لیے کہ فاضل مذکور نے یہ قول ازخود نہیں کہا بلکہ صحیح البخاری کی شرح ''الکوثر الجاری،، کا حوالہ دے کر بیان کیا ہے جو آج سے پیچھے چھٹی صدی کی کتاب ہے اور عظیم امام احمد بن اسماعیل بن عثمان شافعی پھر حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی 893ھ کی تصنیف ہے۔

مفتی صاحب کا اس کلام کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صریح بے ادبی اور گستاخی قرار دینا ائمۂ اہل سنت اور شریعت مطہرہ پر سراسر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔ اس لیے کہ یہ کلام جب مفتی صاحب کے نزدیک سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صریح بے ادبی اور گستاخی ہے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کفر ہونا مفتی صاحب نے خود نقل کیا ہے، اس سے واضح ہوا کہ مفتی صاحب کے نزدیک کلام مذکور کفر ہے۔ لا حول ولا قوة الا باللہ

قطع نظر اس سے کہ یہ کلام کس کا ہے جب از روئے شرع اس کا معنی ومفہوم نہایت معقول اور صحیح ہے تو اسے صریح گستاخی اور بے ادبی قرار دینے کا کیا جواز ہے؟

جبکہ یہ تو اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کا بیان ہے۔ اس لیے کہ یہ امر قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہل سنت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہیں تھی آپ نے جو مال چھوڑا وہ صدقہ ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ باغ فدک مال فئی ہے اور مال فئی کا حکم مال وقف ہے۔

تو اس مال میں امت کے بہت سارے افراد کا حق تھا تو جس مال میں دوسرے لوگوں کا حق تھا بلا شبہ وہ مال بطور میراث لینا اور اس کا مالک بننا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ناجائز اور حرام تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وہ مال بطور میراث نہ دے کر مالِ ناجائز اور حرام سے بچا لیا۔

مال حرام سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ مال فی نفسہ حرام تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ دوسرے افرادِ امت کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے بطور میراث اس کا لینا اور وارث بننا حرام تھا تو از روئے شرع اس کلام میں کوئی سقم نہیں ہے۔

اب ''الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری،، کی اصل عبارت ملاحظہ کریں:

بحمد اللہ تعالیٰ اس سے سارا مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے۔

امام احمد بن اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

فان قلت: قد قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : فاطمة بضعة منى يريبنى ما رابها، و فى رواية: من آذاها فقد آذاني.

قلت: لم يكن فعل أبي بكر معها إيذاء شرعا، فإنه دلها على الصواب، ولو أجابها إلى سؤالها كان معصية من وجهين:

الاول: مخالفة امر رسول الله صلى الله عليه وسلم وإبطال صدقته.

الثاني: انه كان ما يعطى لفاطمة مالًا حرامًا بلا خلاف.

(الکوثر الجاری 6/ 88 مطبوعہ بیروت۔ لبنان)

ترجمہ: (سوال) اگر تو کہے: حضور اکرم رسول اللہ ﷺ نے ضرور فرمایا ہے:

فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے مجھے ناخوش کرتی ہے وہ چیز جو اسے ناخوش کرے۔

اور ایک روایت میں ہے ''جس شخص نے اسے ایذاء دی اس نے مجھے ضرور ایذاء دی''۔

(جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبۂ میراث نبوی پورا نہیں کیا تو اس سے انہیں ایذاء پہچانا لازم آتا ہے)

جواب:

میں کہتا ہوں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل از روئے شرع ایذاء نہیں ہے اس لیے کہ بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی راہنمائی کی ہے صواب اور درست امر پر۔

اور اگر ان کا سوال اور مطالبہ پورا کر دیتے تو آپ کا (یہ) فعل دو وجہ سے معصیت ہوتا:

اول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت اور آپ کے صدقہ کو باطل کرنا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ۔

ثانی: (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبۂ میراث نبوی پر) آپ جو مال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کرتے وہ بالاتفاق (ان کے لیے) مال حرام تھا۔

یعنی اس مال میں دوسرے افرادِ اُمت کا حق ہونے کی وجہ سے اس کا بطور میراث لینا اور مالک بننا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ناجائز اور حرام تھا نہ یہ کہ وہ مال فی نفسہٖ حرام تھا۔

ان لوگوں کی جرأت پر حیرت ہے کہ نوویں صدی کا عظیم امام تو اس امر پر اجماعِ اہل سنت بتا رہا ہے (جو درحقیقت اجماعِ امت ہے اس لیے کہ اِجماع اُمت جو حجت شرعیہ ہے وہ علمائے حق کا اجماع ہے اہل بدعت وضلال کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں ہے)

کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبۂ میراث پورا نہ کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مال حرام لینے اور اس کا مالک بننے سے بچا لیا۔

''انه کان مایعطی لفاطمة مالا حرامًا بلا خلاف'' بغور پڑھ لیں۔

اور ہمارے معاصرین اس کلام کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں صریح بے ادبی اور گستاخی قرار دے رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیه راجعون۔

جب ان لوگوں کے نزدیک اہل سنت کے اجماعی عقائد بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صریح بے ادبی اور گستاخی شمار ہوتے ہیں، اہل سنت کے اجماعی عقائد سے جس بات کو شیعہ اور روافض بے ادبی اور گستاخی بتا رہے ہیں یہ لوگ بھی اسے بے ادبی اور گستاخی قرار دے رہے ہیں،

تو ان حالات میں یہ جاننا کچھ مشکل نہیں ہے کہ کونسے عقائد ونظریات رائج کرنا اور لوگوں کو ان پر پابند کرنا مقصود ومطلوب ہے۔

جان لیجئے! جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جس مال کا مطالبہ کیا تھا وہ مال بطورِ میراث لینا اور اس کا مالک بننا آپ کے لیے جائز تھا اور وصول کرنے کی صورت میں وہ مال آپ کے لیے حلال اور طیب

وطاہر ہوتا تو وہ شخص باجماعِ اہل سنت رافضی ہے کیونکہ وہ حکم شرعی قطعی کا منکر ہے۔تو جو لوگ اہل سنت کے اس اجماعی عقیدہ بیان کرنے کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صریح بے ادبی اور گستاخی قرار دے رہے ہیں کیا وہ رافضیت کی تبلیغ نہیں کر رہے؟

جب اس مال کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے حلال اور طیب وطاہر جاننا رافضیت ہے کیونکہ حکم شرعی قطعی کا انکار بنتا ہے تو پھر اہل سنت کا عقیدہ کیا ہونا چاہیے؟

وہی جو اس سنی امام نے ''الکوثر الجاری،، میں بیان کیا ہے یا اسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے طیب وطاہر اور حلال مال قرار دے کر شیعہ اور روافض کا عقیدہ اختیار کرنا چاہیے؟

جب اہل سنت کے اجماعی عقائد ہی معلوم نہیں ہیں اور نہ ہی ان کو جاننے اور سمجھنے کی توفیق ہو رہی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اپنی کمزوری کا علاج کریں نہ کہ سنی علماء کرام کو گستاخ قرار دے کر حکومت سے سزائے موت دلوانے کا مطالبہ کریں تاکہ عقیدۂ اہل سنت کوئی بیان ہی نہ کر سکے۔رافضیت زبردستی مسلط کی جا رہی ہے۔**نعوذ باللہ من ذلك**

الکوثر الجاری اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبۂ میراث نبوی

اس عظیم امام نے ''الکوثر الجاری،، کی عبارت منقولہ میں مطالبۂ میراث نبوی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف خطا کی نسبت کرنے اور مطالبۂ میراث نبوی خطا ہونے کا مسئلہ بھی واضح بیان کیا ہے ملاحظہ کریں:

قلت: لم یکن فعل ابی بکر معها ایذاء شرعاً فانه دلها علی الصواب۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبۂ میراثِ نبوی کو پورا نہ کرنا از روئے شرع ایذاء نہیں ہے اس لیے کہ بے شک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی راہنمائی کی ہے صواب پر۔

راقم الحروف کہتا ہے یہ بات ہر صاحبِ عقل وخرد پر واضح ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسئلۂ میراث نبوی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صواب پر راہنمائی فرمائی ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مطالبۂ میراث نبوی میں صواب پر نہیں تھیں بلکہ خطا پر تھیں تو آپ نے صواب پر ان کی راہنمائی فرمائی، انہیں حدیث نبوی سنائی اور حکمِ شرع سے آگاہ فرمایا۔

اور اگر پہلے ہی انہیں صواب پر جانتے پھر تو اسی مسئلہ میں صواب پر راہنمائی کرنا ناممکن اور محال ہے کیونکہ وہ تحصیلِ حاصل ہے۔

یہ تحقیق صدیوں پہلے ائمۂ کرام کی ہے اور یہ موقف صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کا نہیں بلکہ تمام خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دوسرے تمام مجتہدین صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی ہے جب کہ ہمارے معاصرین کہہ رہے ہیں اس مسئلہ میں جو ''خطا پر تھیں،، کہے اُس نے کفر کیا۔**نعوذ باللہ من ذلك۔**

کہتے ہیں قرنِ خیر سے کسی کا قول پیش کرو۔جواباً گزارش ہے کہ دھاندلی چھوڑو۔حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے

عقیدہ کا مطالبہ کرو۔

قول ضروری نہیں ہے اور عدمِ قول عدمِ اعتقاد کی دلیل نہیں ہے۔

اس لیے قول کا مطالبہ دھاندلی ہے اعتقاد کا مطالبہ کرو تاکہ حق واضح ہو جائے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے دلائل شرعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ تمام مجتہدین صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک یہ اَمر قطعی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مطالبۂ میراثِ نبوی میں خطا پر تھیں یعنی ان کا مطالبہ صواب اور درست نہیں تھا۔ اور بعد میں خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی موقف تھا اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد تمام ائمۂ اہل سنت کا بھی اس پر اجماع ہے کیونکہ سب کے نزدیک حکم شرعی قطعی پر ایمان فرض ہے اور اس کا خلاف از روئے شرع یقینی خطا ہے صواب ہرگز نہیں ہے۔

جب اہل سنت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے تو گستاخانِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جھوٹے طعن کی حقیقت واضح کرنے اور عوام اہل سنت کو گمراہی سے بچانے کے لیے اِجماعی عقیدۂ اہل سنت کو بیان کرنا کفر یا گستاخی کیسے بن گیا؟ **نعوذ باللہ من ذلك**۔

بوقت ضرورت علمائے اہل سنت اس حقیقت کو بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ نو ویں صدی کے اس امام نے ''**فانه دلها علی الصواب**'' کے ساتھ کیا بیان کیا ہے؟ کیا حکم شرعی قطعی پر ایمان رکھنا موجبِ کفر یا گستاخئ سیدہ پاک ہے؟ **نعوذ باللہ من الضلال**۔

یہ لوگ اپنے اس فتویٰ کی سنگینی کا اندازہ کرلیں کہ ان کا یہ فتویٰ درحقیقت کس پر ہے؟ **نعوذ باللہ من ذلك**۔

ہمدردانہ گزارش ہے کہ خواہشِ نفس کی پیروی نہ کی جائے۔ شریعت مطہرہ کی اِتباع سب پر فرض ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تمام عظمتیں اہل سنت تسلیم کرتے ہیں لیکن حکم شرع کے خلاف عقیدہ کی تبلیغ کرنے کی اجازت کسی کے لیے نہیں ہے چونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبۂ میراث نبوی، جس میں مطالبۂ فدک بھی شامل ہے، حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا اس لیے اسے خطا یعنی غیر صواب جاننا ضروری ہے۔ آپ سے اجتہادی خطا (حکم شرعی جاننے میں کسی فقیہ اور مجتہد سے خطا) ماننے والا بالیقین صحیح العقیدہ سنی ہے گستاخ ہرگز نہیں ہے اور اسے خطا تسلیم نہ کرنے والا روافض کی راہ پر ہے۔ **اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلك و هدانا الصراط المستقیم۔ واللہ تعالیٰ و رسوله اعلم**

شریعتِ مطہرہ کا فیصلہ تسلیم کرنا اور اسے حرف آخر جاننا تمام مسلمانوں پر فرض ہے:

قرآن کریم میں فرمایا: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ الآية۔

ترجمہ: پس (اے محبوب) تمہارے رب کی قسم وہ مومن نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، تا آخر۔

نیز فرمایا: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ الآية

ترجمہ: پھر اگر تم کسی شئی میں باہمی نزاع میں واقع ہو جاؤ تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ تا آخر

راقم الحروف اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہے کہ شریعتِ مطہرہ کے فیصلہ کی طرف دعوت بحیثیت سنی ہونے کے اہل سنت سے ہمدردی کی بنا پر ہے،

اس لیے حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان مقدس ہے: انصر اخاك ظالما او مظلوما۔ (متفق علیہ)

اپنے مسلمان بھائی کی (ہر حال میں) مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔

یعنی مظلوم ہے تو ظلم سے بچانے میں اس کی مدد کرو اور اگر ظالم ہے تو ظلم سے منع کرنے اور باز رکھنے میں اس کی مدد کرو (یہ آخرت کے عذاب سے بچانے میں اس کی مدد ہو گی۔ ظالم درحقیقت اپنی جان پر ظلم کر رہا ہوتا ہے)۔

ہمارے سنی بھائی محترم حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب زید مجدہ وسلمہ ربہ تعالی بالیقین مظلوم ہیں اور غیروں کے علاوہ کافی تعداد میں ہمارے اپنے بھی ان پر ظلم کر رہے ہیں بلکہ غیروں کو ظلم کرنے کا موقع اپنوں ہی نے فراہم کیا ہے۔ اور سب نے اس ظلم کا نام ''تحفظِ ناموسِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا''، رکھا ہوا ہے۔

گزارش ہے کہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ اس سنی فاضل نے مسئلۂ فدک کے بیان میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بے ادبی اور گستاخی ہرگز نہیں کی بلکہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ بیان کیا ہے۔ البتہ کچھ لوگوں نے محض سینہ زوری سے اسے گستاخی اور بے ادبی قرار دے کر ان پر گستاخی کرنے کا افتراء اور بہتان باندھا ہے اور بعض لوگوں نے مزید الزامات بھی شامل کر لیے۔ اور پھر حکومت سے مطالبہ کیا کہ انہیں سزائے موت دی جائے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر خطاکار ہونے کی تہمت لگانے کا الزام ان پر لگایا گیا اور پھر ان کے خلاف حرمتِ رسول وناموس رسالت ﷺ کے مجوزہ قانون 295-C کے تحت قانونی کارروائی عمل میں لائے جانے کی استدعاء کی گئی اور ملک میں انتشار، فرقہ واریت، انتہاء پسندی اور مذہبی دہشت گردی کر کے فسادات کو ہوا دینے کی پاداش میں ان کی تقریر اور بیان کرنے پر تاحیات پابندی لگائے جانے کا مطالبہ کیا گیا اور یہ نہ سوچا کہ ان میں سے کوئی جرم ان سے ثابت بھی ہے؟ یہ انعام اپنوں کی طرف سے تھا اور اسمبلی میں قراردادیں اس کے علاوہ ہیں وہ اپنوں اور غیروں سب کی طرف سے تھیں۔

جبکہ دوسروں کی طرف سے ایف آئی آر میں توہین رسالت، توہین اہل بیت، توہین قرآن، تکذیب قرآن، توہین مذہب

کے الزامات بھی پہلے الزامات کے ساتھ شامل کیے گئے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

دیانتداری اور سچائی کا کیسا معیار ہے؟ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کرنا ہی ثابت نہیں ہے تو باقی الزامات کا بے اصل اور جھوٹ ہونا تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ اور پھر شریعتِ مطہرہ کے خلاف اور خواہشِ نفس کی پیروی پر مبنی فتوے تیسرا انعام ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

گزارش ہے کہ جو لوگ بضد ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کی ہے ظاہر ہے کہ دنیا میں شریعت مطہرہ کو جاننے والے صرف وہی نہیں ہیں اور نہ ہی وہ معصوم ہیں کہ ان سے غلطی نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کی فکر ہونا سب کے لیے ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا معاملہ چونکہ ایک شرعی مسئلہ ہے سرکاری ججز حضرات اور وکلاء کی نسبت شریعت مطہرہ کے خادمین اسے یقیناً بہتر سمجھتے ہیں اس لیے ان سے فیصلہ کرانے اور جو فریق غلطی پر ہے اسے حق قبول کرنے اور اپنی غلطی سے رجوع اور توبہ کرنے کی دعوت دینے کی بجائے حسبِ منشا خود ہی فتوے لگا دیئے اور شریعت مطہرہ کی اِتباع چھوڑ کر اپنے ذوق کی پیروی کی گئی، پھر تھانہ کچہری کا راستہ اختیار کیا گیا۔ جبکہ پاکستان کا سرکاری قانون اس حوالے سے نہایت تشویش ناک ہے اس لیے کہ پہلے تحقیق کر کے کہ آیا جرم واقعی ثابت ہے پھر جیل بھیجنے کی بجائے ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالہا سال جیل کاٹنے کے بعد سرکاری فیصلہ یہ سامنے آتا ہے کہ جرم ثابت نہیں ہوا، یہ بندہ بے قصور تھا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اسلام اس ظلم کی اجازت نہیں دیتا اور یہ ظلم پاکستانی حکمرانوں نے خواہ مخواہ اپنے پلے میں ڈالا ہوا ہے قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا۔

اس قانون کی اصلاح فرض ہے پہلے تحقیق کی جائے کہ آیا یہ بندہ واقعی مجرم ہے۔ چونکہ اس مسئلہ کی وجہ سے ایسا فتنہ برپا کیا گیا کہ الامان والحفیظ، اس لیے راقم الحروف نے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لیے شریعت مطہرہ کا حکم اور فیصلہ بعنوان:

''سیدہ فاطمہ وسیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے مطالبۂ میراث نبوی کی شرعی حیثیت،، تقریباً تین ماہ قبل تحریر کیا۔ اکابر علمائے اہل سنت نے اس کی تصدیق وتائید اور نہایت تحسین فرمائی۔

بفضلہٖ تعالیٰ یہ شرعی فیصلہ بہت سارے فضلاء کرام کے لیے بھی راہنما ثابت ہوا، ان کی غلط فہمی کا ازالہ ہوا جس سے بفضلہٖ تعالیٰ دوسرے لوگوں پر اِتمام حجت کا فریضہ بھی احسن طریقہ سے ادا ہو گیا۔

یہ شرعی فیصلہ (اڑھائی) ماہ سے فیس بک پر بھی موجود ہے لیکن اس کے باوجود ایک طبقہ ڈاکٹر صاحب کو گستاخ قرار دینے پر تا حال بضد ہے تو ان کی مزید خیر خواہی، ازالہ شبہات اور مزید اِتمام حجت کے لیے دوسری تحریر بصورت فتویٰ بعنوان:

''مطالبۂ فدک میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف خطا کی نسبت کرنے کی شرعی حیثیت اور اسے سیدہ پاک کی گستاخی قرار

دینے والوں کو قبولِ حق کی دعوت''، لکھی ہے۔

راقم الحروف'' ادارہ صراط مستقیم ،، کا کارکن یا رکن نہیں ہے البتہ فریقین کا خیرخواہ ضرور ہے اگر اس خیرخواہی کی قدر کرلیں گے تو بھلا ہوگا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسبِ استطاعت فرض ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو گستاخ قرار دینے والے تمام پیر صاحبان اور مولوی صاحبان و دیگر افراد سے گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کے حکم اور فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ کا حکم اور فیصلہ قبول نہیں کیا جا رہا؟ کیا اسلام تمام مسلمانوں پر لاگو نہیں ہوتا؟ کیا شریعت مطہرہ کی اِتباع سب پر فرض نہیں ہے؟

کوئی امیر ہے یا غریب، شاہ ہے یا گدا، پیر ہے یا مرید، جو بھی حضور سید المرسلین ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہے اس پر شریعت مطہرہ کا حکم اور فیصلہ بدل و جان تسلیم کرنا فرض ہے۔

تو ایک سنی عظیم فاضل کو بغیر کسی شرعی جواز کے قید خانے کی صعوبتوں میں ڈلوانا اور سزائے موت دلوانے کی کوشش کرنا آخر کس لیے؟

اور اگر اس شرعی فیصلہ کو قبول نہ کرنے کے لیے تمہارا کوئی شرعی عذر ہے تو سامنے لاؤ، ورنہ شریعت مطہرہ کا فیصلہ قبول کرو۔

اور اگر تمہارے نزدیک شرعی فیصلہ وہ ہے جو نارووالی فتویٰ میں لکھا ہوا ہے جس پر بہت سارے پیر حضرات کے تصدیقی اور تائیدی دستخط ہیں تو ازراہِ ہمدردی گزارش ہے کہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اکثر پیر صاحبان یا تو علماء ہی نہیں ہیں اور اگر علماء ہیں تو رسمی علماء ہیں علوم شرعیہ کے ماہرین محققین نہیں ہیں اور ان کے قریب رہنے والے اکثر لوگ پیر صاحبان کی رائے کے خلاف کہنے کی اخلاقی جرأت نہیں رکھتے اور خود پیر صاحبان محققین علماء شاذ و نادر ہی ہیں۔

نارووالی فتویٰ شرعی حکم اور شرعی فیصلہ ہرگز نہیں ہے وہ تو سراسر دھوکا اور فریب اور باطل و مردود ہے۔ پیر صاحبان اور غیر محققین مولوی صاحبان کی تصدیقات و تائیدات اسے شرعی حکم اور شرعی فیصلہ نہیں بناسکتیں۔ (ہم نے اس کی شرعی حقیقت واضح کردی ہے)۔

اس لیے پیر صاحبان اور ان کے حامی مولوی صاحبان کی تسلی اور تشفی کے لیے راقم الحروف کی گزارش ہے کہ چند اکابر علماء کرام سے فیصلہ کرا کے تصدیق کرلیں، کیا ہمارا تحریر کردہ شرعی حکم اور شرعی فیصلہ، واقعی شرعی فیصلہ ہے یا نارووالی فتویٰ؟

لہٰذا ان حضرات کو ایک جگہ مدعو کیا جائے اور ہمارا تحریر کردہ شرعی حکم اور شرعی فیصلہ اور ڈاکٹر صاحب کو گستاخ قرار دینے والوں کا تحریر کردہ شرعی فیصلہ'' نارووالی فتویٰ،، ان حضرات کو دیا جائے۔ بلکہ پیر صاحبان اور ان کے مؤیدین مولوی صاحبان میں سے کسی دوسرے بڑے محقق نے اگر کوئی تحقیقی فتوی لکھنا ہو تو اُسے چند دن کا وقت دیا جاتا ہے اور وہ فتویٰ بھی شامل کرلیا جائے۔ جبکہ ہم نے جو دو تحریروں میں شرعی فیصلہ اور شرعی حکم لکھا ہے۔ ہماری طرف سے وہی کافی ہیں اور یہ علمائے کرام ان تحریرات کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد **قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول** ﷺ کی روشنی میں اصولِ مذہبِ حق اہلِ سنت

کی پابندی کرتے ہوئے ایک مشترکہ تحریری فیصلہ دیں کہ واقعی شرعی حکم اور شرعی فیصلہ کونسا ہے؟

پھر اگر وہ حضرات بھی یہی فیصلہ کریں کہ راقم الحروف کا تحریر کردہ شرعی حکم اور شرعی فیصلہ ہی واقعی اور نفس الامری طور شرعی فیصلہ ہے نہ کہ نارووالی فتویٰ، پھر تو اس حقیقت سے انکار کسی کو نہیں ہونا چاہیے کہ ان تمام پیر صاحبان اور مولوی صاحبان اور ان کے ہمنوا دوسرے لوگوں کا کوئی عذر باقی نہیں رہے گا اور اس حکم شرعی کے مطابق فوری طور پر علانیہ رجوع اور توبہ کرنا فرض ہوگا اور اپنی غلطی سے حکومت کو آگاہ کرنا بھی لازم ہوگا۔

اور بالفرض اگر ''سیدہ فاطمہ ؓ کے مطالبۂ میراثِ نبوی کی شرعی حیثیت،،اور''مطالبۂ فدک میں سیدہ فاطمہ ؓ کی طرف خطا کی نسبت کرنے کی شرعی حیثیت'' کے خلاف پیر صاحبان خود یا ان کے دوسرے محققین یا فیصلہ کرنے والے حضرات خود ہی ہمارے پیش کردہ دلائل سے زیادہ قوی دلائل شرعیہ کے ساتھ ثابت کردیں کہ مطالبۂ میراثِ نبوی اور اس میں حضرت فاطمہ ؓ کی طرف خطا کی نسبت کرنے کا شرعی حکم وہ نہیں ہے جو ہم نے تحریر کیا ہے تو اتباعِ حق میں ہمیں سب سے آگے پائیں گے اور محترم ڈاکٹر صاحب کا بھی قبولِ حق میں کوئی عذر نہیں ہوگا اور وہ حکم شرع کے آگے سرِتسلیم خم کرنے کے پابند ہوں گے۔

اور فیصلہ کرنے والے علمائے کرام جن دلائل شرعیہ کی بنیاد پر فیصلہ کریں گے ان دلائل کا اجمالی بیان اپنے فیصلہ میں ضرور کریں گے۔اور ان علمائے کرام کا ایک مقام پر جمع ہونا اور اجتماعی نشست میں فیصلہ تحریر کرنا اور مہر اور دستخط ثبت کرنا بھی ضروری ہے۔

دلائل کی تحریریں مطالعہ کے لیے بیشک ہر صاحب کو پہلے ہی ارسال کردی جائیں تاکہ پڑھ کر اچھی طرح غور وفکر کرلیں تو یہ زیادہ مناسب ہے۔

ہمارے موقف کا خلاصہ:

قرآن کریم سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے وحی الٰہی کے ساتھ جو بھی فرمایا وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے آپ ﷺ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کا فیصلہ یہی ہے کہ مطالبۂ میراثِ نبوی (جس میں مطالبۂ فدک بھی شامل ہے) میں سیدہ فاطمہ ؓ خطا پر تھیں یعنی ان کا موقف اور مطالبۂ میراث ازروئے شرع صواب اور درست نہیں تھا۔اس پر اجماعِ امت ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس پر اجماع ہے۔اور یہ اجتہادی خطا ہے نہ کہ خطا بمعنیٰ گناہ۔

اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے واقعی شرعی حکم اور شرعی فیصلہ تحریر کیا ہے۔اور ہم یہ بھی واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ایسا کوئی شخص نہیں ہوسکتا جو قرآن وحدیث کی روشنی میں اصول وعقائدِ مذہبِ حق اہلِ سنت وجماعت کی پابندی کرتے ہوئے ہمارے پیش کردہ دلائل شرعیہ سے زیادہ قوی دلائل تو درکنار ان دلائل شرعیہ کے مساوی دلائل کے ساتھ ہی ثابت کردے کہ ہمارا تحریر کردہ شرعی حکم اور شرعی فیصلہ درست نہیں ہے اور اصل شرعی حکم اس کے خلاف ہے۔اور مطالبۂ میراث نبوی

میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف خطا کی نسبت کرنا از روئے شرع کفر ہے یا گستاخی ہے اور شرعی طور پر اس کی سزا موت ہے قتل یا پھانسی کی صورت میں یا اس کی سزا جیل میں قید کرنا ہے۔

اس لیے ہماری طرف سے ڈاکٹر صاحب کو گستاخ قرار دینے والے اور کفر کا فتویٰ لگانے والے تمام پیر صاحبان اور مولوی صاحبان و دیگر تمام لوگوں کو بلا استثناء چیلنج ہے اس سے نہ کوئی جامعہ مستثنیٰ ہے اور نہ کوئی آستانہ اور نہ ان کے متعلقین سے کوئی فرد مستثنیٰ ہے۔

یہ وضاحت اس لیے کی ہے تا کہ کل کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں دلائل شرعیہ پیش کرنے کی دعوت دی جاتی تو ہم دلائل کا انبار لگا دیتے۔اس لیے اگر کسی محقق کے پاس دلائل ہیں تو تحریری صورت میں پیش کریں اور اکابر علماء کرام سے فیصلہ کرائیں۔

اور جو شاہ صاحبان اپنی تقریروں میں یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ شرعی حکم بیان ہو چکا ہے گستاخی کرنا دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے، وہ سراسر غلط بیانی کر رہے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہم نے ناروا والی فتوی کی شرعی حقیقت واضح کر دی ہے اور ایسے ہی: تم نے کہا: سیدہ جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں۔ہم نے کہا: جو''خطا پر تھیں'' کہے اُس نے کفر کیا، کی شرعی حیثیت بھی بیان کر دی ہے۔

اب اگر انہیں اپنی تحقیق کی صحت کا یقین ہے تو اکابر علمائے کرام سے فیصلہ کرائیں کہ ہم نے ان کے فتویٰ اور حکم کفر کی جو شرعی حقیقت اور حیثیت بیان کی ہے وہ صحیح ہے یا ان لوگوں کا موقف، تا کہ واضح ہو جائے کہ اس ظلم عظیم کو دلائل شرعیہ کے ساتھ حق ثابت کرنے کا قرض ان لوگوں پر باقی ہے۔اور راقم الحروف کہتا ہے: یہ قرض اُن کے ذمہ تا حیات باقی رہے گا۔شریعت مطہرہ کے فیصلے کے خلاف دھاندلی اور دھوکا دہی، سینہ زوری اور تحکم کا نام شرعی حکم اور شرعی فیصلہ نہیں ہے اور نہ ہی آجکل کے تقریری مناظرہ (جو درحقیقت مجادلہ یا مکابرہ ہوتا ہے) سے مسائل حل ہوتے ہیں۔اس کا پُروقار اور نتیجہ خیز راستہ یہی ہے کہ تحریری دلائل پر اکابر علمائے کرام سے فیصلہ کرایا جائے۔تا کہ ساری دنیا کو پتہ چل جائے کہ غلطی پر کون ہے اس لیے فوری طور پر ہمیں آگاہ کریں تا کہ باہمی مشاورت سے چند اکابر علماء کا انتخاب کیا جائے۔

اب اگر یہ لوگ شریعت مطہرہ کا فیصلہ اور حق قبول کر لیں، اسلام اور سنیت پر کیے جانے والے اس ظلم سے توبہ کر لیں اور علانیہ اپنی غلطی اور زیادتی کا اعتراف کریں تو اس میں عند اللہ تعالیٰ و عند الناس عزت و عظمت ہے کیونکہ یہ اخلاص کا مظاہرہ ہوگا۔اور اگر اپنی ضد پر ڈٹے رہیں نہ علمائے کرام سے فیصلہ کرائیں اور نہ توبہ کریں تو کوئی صاحب عقل و خرد اسے حق پر ہونا تصور نہیں کر سکتا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ دلائل کی دنیا میں ہم ان حضرات کا کوئی عذر باقی نہیں چھوڑیں گے تا کہ اِتمامِ حجت میں کوئی کمی نہ رہے۔

حکمرانوں سے شرعی فیصلہ کا مطالبہ:

محترم ڈاکٹر صاحب کا معاملہ چونکہ خالص شرعی مَیٹر ہے اس لیے اس کا شرعی فیصلہ ہی ناگزیر ہے، لہذا حکمرانوں سے ہم تقاضا کرتے ہیں کہ آپ بھی صحیح اور واقعی شرعی فیصلہ کی تصدیق کیلئے ہمارا تحریر کردہ شرعی حکم اور شرعی فیصلہ اور ڈاکٹر صاحب پر کفر اور گستاخی کرنے کا فتوی لگانے والے حضرات کا تحریر کردہ شرعی حکم اور فیصلہ، وفاقی شرعی عدالت کے ان ججز حضرات کو دیں جو سنی مسلمان ہوں وہ دونوں طرف کے دلائل کا مطالعہ کر کے فیصلہ کریں کہ ڈاکٹر صاحب نے از روئے شرع سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صریح گستاخی اور کفر کیا ہے یا قرآن وحدیث کے مطابق جو عقیدۂ اہل سنت ہے وہ بیان کیا ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ واقعی شرعی فیصلہ کون سا ہے؟

جب از روئے شرع کفر کرنا تو درکنار کفر سے کم درجہ کی گستاخی کرنا بھی ثابت نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کی تصدیق اور ان پر ایمان پر مبنی اہل سنت کا اجماعی عقیدہ بیان کیا ہے تو بغیر کسی شرعی جواز کے ڈاکٹر صاحب کو قید میں رکھنے کا ظلم کیوں کیا جا رہا ہے؟ انہیں باعزت طریقہ سے فوری رہا کیا جائے۔

یقیناً پیر صاحبان بھی حکمرانوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ انہیں سزا دینا شرعی حکم ہے اس لیے حکمرانوں سے گزارش ہے کہ اس فتنہ کو ختم کرنے کے لیے ان پیر صاحبان کو پابند کریں کہ اکابر علمائے کرام سے تحریری دلائل پر فیصلہ کرائیں ورنہ ظلم بہر حال ظلم ہے۔ اگر یہ ظلم ختم نہ کیا گیا تو بہت بڑا فتنہ اور فساد برپا ہو سکتا ہے جس کی سنگینی کا اِدراک نہ پیر صاحبان کر رہے اور نہ ہی حکمران طبقہ۔

اس وطن عزیز پاکستان میں امن وامان برقرار رکھے جانے کی ضرورت اور اہمیت کا ہر لمحہ خیال رکھنا لازمی امر ہے اِس لیے سنجیدگی کا مظاہرہ کیا جانا ضروری ہے۔

شیعہ اور روافض کے الزامات کی حقیقت:

شیعہ اور روافض کا اہل سنت کے اس اجماعی عقیدہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی قرار دینا اور پھر اسی کی بنیاد پر دوسرے الزامات لگانا باعث تعجب نہیں ہے کیونکہ وہ تو اس قدر دلیر ہیں کہ انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم پر بھی الزامات کی بچھاڑ کی ہے اور انہیں اہل بیت کا سب سے بڑا گستاخ قرار دیتے ہیں **نعوذ باللہ من ذلك**۔ ایسے ہی ان کے نزدیک تمام اہل سنت ہی اہل بیت کے گستاخ ہیں کیونکہ وہ تمام خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ائمۂ ہُدیٰ اور برحق خلفاء مانتے ہیں۔

باعث تعجب حکمران طبقہ کا ان الزامات کو درست سمجھنا اور ڈاکٹر صاحب کو سزا کے لیے قید کرنا ہے۔ حکمرانوں سے گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور آپ سے بھی حساب لیا جائے گا اس لیے خالص شرعی مسئلہ میں جھوٹے الزامات کی بنیاد پر سزا اور قید کرنا سراسر ظلم ہے

کیا قرآن وحدیث پر ایمان اور اس کے لوازمات کا بیان کرنا، توہین رسالت، توہین اہل بیت، توہین قرآن، تکذیب

قرآن،توہین مذہب، مذہبی دہشت گردی اور فتنہ فساد برپا کرنا ہے؟ **نعوذ باللہ من ذلك**

ان لوگوں کی دلیری پر حیرت ہے کہ تکذیب قرآن کا الزام بھی سنی فاضل پر لگایا ہے جبکہ خود شیعہ امامیہ کی حدیث کی سب سے عظیم کتاب سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ شیعہ کے نزدیک موجودہ قرآن اللہ تعالیٰ کی لاریب اور محفوظ کتاب نہیں ہے بلکہ تحریف شدہ ہے تو تکذیبِ قرآن کے مرتکب شیعہ ہیں یا اہل سنت؟

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب: تصفیہ مابین سنی وشیعہ کی عبارت کا معنی ومفہوم:

تصفیہ کی عبارت کا مطلب خوب واضح ہے بشرطیکہ عقیدۂ اہل سنت اور عقیدۂ روافض اور اس عبارت کا روافض کی دلیل کے جواب میں ہونا اور خطا لفظ مشترک ہونا اور نزاع لفظی مقصود نہ ہونا ملحوظ رکھا جائے۔

وبالله التوفيق ۔تصفیہ کی عبارت ملاحظہ کریں۔

"اس موضوع پر ایک اور دلیل جو فریق مخالف کی طرف سے دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بموجب آیت تطہیر اہل بیت علیہم الرضوان کو پاک گردانا ہے لہذا سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فدک کا دعویٰ کرتے ہوئے کسی ناجائز امر کی مرتکب نہیں ہوسکتیں" (تصفیہ صفحہ 46)

اس عبارت میں حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے شیعہ کے نزدیک فدک کا مطالبہ حق ہونے پر ان کی ایک دلیل نقل کی ہے جو نفس عبارت ہی سے خوب واضح ہے یہ دلیل حضرات اہل بیت اطہار کے بارے میں عقیدۂ شیعہ پر مبنی ہے کہ وہ بموجب آیتِ تطہیر معصوم ہیں اور معصوم کسی قسم کی خطا نہیں کرسکتا حتیٰ کہ اجتہادی خطا بھی نہیں کرسکتا۔

تو شیعہ نے کہا: چونکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فدک کا دعویٰ کیا ہے تو یہی دلیل کافی ہے کہ وہ دعویٰ حق ہے اس لیے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معصومہ ہیں وہ کسی ناجائز امر کی مرتکب نہیں ہوسکتیں لہذا دعوائے فدک ناجائز اور خطا نہیں ہے۔

اس کے جواب میں حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"اس کا تفصیلی جواب آگے چل کر آیتِ تطہیر کی فصل میں دیا جائے گا یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آیت تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور ان سے کسی قسم کی بھی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے، اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہوتو وہ عفو وتطہیرِ الٰہی میں داخل ہو گی" (تصفیہ صفحہ 46)

یعنی یہ تمہاری دلیل آیتِ تطہیر کے موجبِ عصمت ہونے پر مبنی ہے جبکہ آیتِ تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور ان سے کسی قسم کی بھی خطا سرزد ہونا ناممکن ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہوتو وہ عفو اور تطہیر الٰہی میں داخل ہوگی۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شیعہ نے ایک فعل جو واقع ہو چکا ہے یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دعوائے فدک، اس کی نسبت کہا ہے کہ وہ ناجائز نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ معصومہ سے سرزد ہوا ہے۔ تو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے جواب دیا کہ آیتِ تطہیر کا یہ مطلب ہی نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور ان سے کسی قسم کی بھی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے تا آخر۔

اس عبارت میں حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے شیعہ کی دلیل کا ابطال بایں طور کیا ہے کہ اس دلیل کے مبنیٰ اور مدار کا غلط اور باطل ہونا ثابت کیا ہے یعنی اہل بیت کرام کے بارے میں شیعہ کے عقیدۂ عصمت کی تردید کی ہے لیکن دعوائے فدک جو ایک واقع شدہ امر ہے اس کے خطا ہونے کی نفی نہیں کی اور پھر آیتِ تطہیر کا صحیح مطلب بتایا اور سمجھایا کہ دعوائے فدک کا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سرزد ہونا اس کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس کا خطا ہونا ان کی تطہیر پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اس لیے کہ آیت تطہیر کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو و تطہیرِ الٰہی میں داخل ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ معاف فرما کر مغفرت فرما دے گا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں صرف امکانِ خطا کی بات نہیں کی بلکہ بمقتضائے بشریت خطا واقع اور سرزد ہونے کی بات کی ہے اور بتایا ہے کہ خطا سرزد ہو جانا ان کی تطہیر کے منافی نہیں ہے بلکہ عفو اور تطہیرِ الٰہی میں داخل ہے۔ لہٰذا دعوائے فدک والی خطا بھی عفو و تطہیرِ الٰہی میں داخل ہے۔ **وللہ الحمد**

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی ضروری وضاحت:

فریق مخالف کے نزدیک دعوائے فدک حق ہونے کی دلیل مذکور کے جواب میں حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ''کہ آیت تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور اُن سے کسی قسم کی بھی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے،،۔ اور پھر آیت تطہیر کا مطلب یہ بیان کرنا ''کہ اگر بمقتضائے بشریت اُن سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو و تطہیر الٰہی میں داخل ہوگی،،۔ (تصفیہ، ص46)

اس جملہ شرطیہ (اگر بمقتضائے بشریت، تا آخر) کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی حیات طیبہ میں دعوائے فدک کے صرف بعد کے زمانہ میں بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد ہو تو اس کا حکم یہ ہے اس لیے کہ اس صورت میں اس کلام کا فریق مخالف کی دلیل مذکور کا جواب ہونا، ناممکن ہے، اس لیے کہ اس تقدیر پر یہ کلام دعوائے فدک کے بعد کے زمانہ کے افعال سے متعلقہ ہوگا۔

لہٰذا اس بات کو تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ پر جب سے یہ انعام ہوا ہے تب سے بشمول دعوائے فدک ان حضرات کی پوری زندگی میں اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد ہو تو وہ عفو و تطہیر الٰہی میں داخل ہوگی۔

جب آیت تطہیر کا مطلب ہی یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں، تا آخر۔ تو دعوائے فدک خلافِ حدیثِ نبوی ہونے کی بنا پر مخالفِ حکمِ شرعی ہونے کی وجہ سے اگرچہ فی نفسہٖ خطا ہے لیکن اس کا سیدہ پاک سے سرزد ہونا آیت تطہیر کے منافی ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو و تطہیر الٰہی میں داخل ہوگی۔ لہٰذا دعوائے فدک والی خطا بھی عفو و تطہیر میں داخل ہے، پس اس دعویٰ کا سیدہ پاک رضی اللہ عنہا سے سرزد ہونا اس کی دلیل ہرگز نہیں ہے کہ

یہ دعویٰ حق ہے۔**وللہ الحمد**

ضروری تنبیہ:

یہاں یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام میں سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کے دعوائے فدک کا خطا ہونا جو تسلیم کیا ہے تو اس کے لیے مطلق خطا کا لفظ ہی استعمال کیا ہے۔

لیکن اب کچھ لوگ یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ مطلق خطا کی نسبت سیدہ پاک کی طرف کرنا (اگرچہ سیاق وسباق سے اس خطا کا مصداق واضح ہو) کفر ہے۔**لا حول و لا قوۃ الا باللہ**۔اور کچھ لوگوں نے کفر کا فتویٰ تو نہیں دیا لیکن بہت بڑی جسارت اور بے ادبی ہونے پر بضد ہیں۔ان لوگوں کو غور کر لینا چاہیے کہ درحقیقت ان کا فتویٰ کس پر ہے۔اور پھر اِخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیں،**اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم**

اس کے بعد حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکمِ شرع کو قبول کرنے اور اخلاص کا مظاہرہ کرنے کا دلکش منظر پیش کیا ہے کہ سیدہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا جو پہلے "**یوصیکم اللہ فی اولادکم** "الآیۃ سے استدلال کر کے میراثِ نبوی کا مطالبہ کر رہی تھیں اپنے موقف سے رجوع کر کے سمجھا دیا کہ "**یوصیکم اللہ** "الآیۃ۔میں خطاب صرف امت کی طرف ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب نہیں ہیں کہ آپ کی بھی مال میں میراث ثابت ہو اور ایسے ہی حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ اہل بیت پاک علیہم الرضوان نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ فدک مالِ مورث نہیں ہے۔

حضرت قدس سرہ العزیز کے اصل الفاظ ملاحظہ کریں۔

"سیدہ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تحریک اور سلسلہ جنبانی نے ہم کو سمجھا دیا کہ آیت:**یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین** (النساء:11)میں خطاب امت کی طرف ہے اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ اہل بیت پاک علیہم الرضوان نے بھی باغِ فدک کے غیر مورث ہونے کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا اور سارے عالم پر واضح ہو گیا کہ جناب سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بوجہ بضعۃ الرسول ہونے کے عبدیت محضہ کی وارث ہیں اور اپنے والد ماجد علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح ان کی عالی اور پاک شان بھی ملکیت کے دھبہ اور خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزہ اور پاک ہے۔"

(تصفیہ مابین سنی وشیعہ۔صفحہ46۔47)

آخری جملہ:خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزہ اور پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث نہ ہونے کا خدائی فیصلہ جو حدیث نبوی:"**لا نورث ماترکنا فھو صدقہ** "میں بیان کیا گیا ہے وہ سن کر ناراض نہیں ہوئیں بلکہ بطیب خاطر قبول کیا اور سر تسلیم خم کر لیا۔**وللہ الحمد**

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کر لیں۔

مطالبۂ فدک کا خطا ہونا اور اس خطا کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سرزد اور واقع ہونا اور اس کا آیتِ تطہیر کے منافی نہ ہونا یہ تمام امور اہل علم کے لیے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہیں البتہ کچھ لوگ محض نزاع لفظی کی بنا پر ضد اور انکار کر رہے ہیں اس لیے ان لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ اگر یہ گستاخی ہے تو کیا یہ لوگ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑے باادب اور صاحب علم ہیں؟ یا پھر گستاخی ہونا دلیلِ شرعی سے ثابت کریں

اور اگر اب بھی کوئی شخص بضد ہے کہ اس عبارت کی مختصر تشریح جو ایک سنی عالم دین نے کی ہے وہ گستاخی اور بے ادبی ہے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا مطلب وہ نہیں ہے اس لیے کہ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں تو جواباً گزارش ہے کہ یہ محض نزاع لفظی ہے جو ارباب علم و دانش کے شایان شان ہرگز نہیں ہے سوال یہ ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فریق مخالف کی دلیل نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے اس جواب میں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دعوائے فدک کا خطا ہونا تسلیم کیا ہے یا نہیں؟

اگر تسلیم کیا ہے پھر تو مطالبۂ فدک میں وقوع خطا تسلیم کر لیا۔ جبکہ مطالبۂ فدک میں آپ کے خطا پر ہونے کا مطلب بھی یہی ہے تو پھر اس کا انکار کیوں کیا جا رہا ہے؟

اگر تو یہ گستاخی ہے تو پھر صرف ڈاکٹر صاحب پر گستاخی کا فتویٰ لگانے کا کیا جواز ہے؟

یہ بات تو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہی ہے ڈاکٹر صاحب نے تو اس کو واضح کیا ہے پھر جرأت کریں اور حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ پر بھی فتوی لگائیں۔

اور اگر یہ گستاخی ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت واقعیہ کا بیان ہے تو پھر یہ طوفانِ ظلم کیوں برپا کیا گیا؟ اور اگر ان حضرات کے نزدیک حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس جواب میں دعوائے فدک کا خطا ہونا تسلیم ہی نہیں کیا تو پھر راقم الحروف کی طرف سے دعوت عام ہے کہ اس سنی عالم دین پر گستاخی کا الزام لگانے والے تمام حضرات اپنے میں سے سب سے بڑے محقق سے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس جواب کی صحیح تقریر تحریری صورت میں پیش کریں جس کا حضرت پیر صاحب کی عبارت پر انطباق بھی واضح ہو اور فریق مخالف کی دلیل کا جواب بھی معقول ہو تا کہ ہم جیسے طالب العلم بھی سمجھ سکیں اور پوری دنیا سے اکابر علمائے کرام اسے خراج تحسین بھی پیش کریں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر غلطی کا اعتراف اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ تو اخلاص کی دلیل ہے موجبِ عار نہیں ہے اس میں تاخیر نہ کریں اور یہ اعتراف بھی علانیہ ہونا ضروری ہے جیسے بے ادبی اور کفر کرنے کا الزام علانیہ لگایا ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

ازالۂ شبہ

بعض فضلاء نے کہا ہے حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے اپنی اس عبارت :اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت ان سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو وتطہیرِ الٰہی میں داخل ہوگی" میں اس مقدس گروہ کا محفوظ عن الخطاء ہونا بیان کیا ہے۔نہ کہ دعوائے فدک کو خطا تسلیم کر کے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو ومغفرت ہو جانا بتایا ہے۔

جواباً گزارش یہ ہے کہ خطا کے عفو وتطہیر الٰہی میں داخل ہونے سے مراد محفوظ عن الخطاء ہونا حضرت پیر صاحب قدس سرہ العزیز کی تصریحات کے خلاف ہے،تو اسے ان کی مراد قرار دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ چنانچہ حضرت پیر صاحب قدس سرہ العزیز نے آیتِ تطہیر کی فصل میں خوب واضح بیان کیا ہے۔

ان تصریحات میں سے ایک تصریح ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ ساری تحقیق اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ آیۂ تطہیر کا مورد خواہ امہات المؤمنین ہوں یا مع آل کساء یا صرف آل کساء علیہم السلام،تطہیر اور اذہاب الرجس بصورت تنزیل احکام وہدایات شرعیہ نہیں (جو سب اہل ایمان کو شامل ہے) بلکہ یہ معنی عفو ومغفرت در آخرت ہے،خطا کا صدور بہر کیف مطہرین سے ممکن ہے،البتہ حشر ان کا آخرت میں مغفرت کاملہ کی صورت میں ہوگا" (تصفیہ ص58)

حضرت پیر صاحب قدس سرہ العزیز کی منقولہ تصریح بغور ملاحظہ کرلیں کیا ان کے نزدیک عفو وتطہیرِ الٰہی میں داخل ہونے کا مطلب محفوظ عن الخطاء ہونا ہے یا عفو ومغفرت در آخرت؟

گزارش ہے کہ تحکم اور سینہ زوری کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے اور نہ ہی اس طرح خدامِ دین کو مطمئن کیا جاسکتا ہے۔حقائق کو تسلیم کرنا سب پر لازم ہے ورنہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جس میں صرف اور صرف انصاف ہوگا۔اس کیلئے اپنے آپ کو تیار رکھنا ہوگا جبکہ آسانی اسی میں ہے کہ آج ہی حق بات کو تسلیم کرلیا جائے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

ضروری تنبیہ:

اس مبحث میں حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں لفظِ خطا عموم المجاز کے طور پر اطلاق کیا گیا ہے۔یعنی جس امر پر خطا کا اطلاق ہو عام ازین کہ وہ خطا اجتہادی ہو یا غیر اجتہادی پھر تعیینِ مراد سیاق وسباق اور قرائن کے ذریعے ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام دراصل شیعہ اور روافض کے حضرات اہل بیت کرام کے بارے میں دعوائے عصمت کی تردید اور ابطال میں ہے جبکہ شیعہ اور روافض کے نزدیک اجتہادی خطا بھی عصمت کے منافی ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

تصفیہ مابین سنی وشیعہ: مصنفہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت مذکورہ کی مختصر تشریح میں بولے گئے جملے از روئے شرع کیسے ہیں؟ یہ مفصل بیان کیا جا چکا ہے

اس عبارت میں "خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں" خطا سے کیا مراد ہے؟

الجواب

خطا سے قائل کی مراد روز روشن کی طرح واضح ہے اس لیے کہ تصفیہ کے اس مقام پر جب بات ہی مطالبۂ فدک کے جائز اور حق ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہو رہی ہے یعنی مطالبۂ فدک کے حکم شرعی کے بارے میں کلام ہے تو سیدہ پاک کا اسی مسئلہ میں خطا پر ہونا مراد ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس خطا سے اجتہادی خطا مراد ہونا متعین ہے یعنی میراث نبوی میں ان کا موقف اور مطالبۂ فدک حکم شرعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے صواب اور درست نہیں تھا۔

اس جگہ خطا بمعنی ضدِ صواب اور نقیضِ صواب ہے یعنی جو صواب اور درست نہ ہو۔ اس جگہ یہی معنی متعین ہے اگر چہ خطا کا دوسرا معنی گناہ ہے۔ اس لیے کہ جب لفظ خطا مشترک ہے اور لفظ مشترک کے معنی کی تعیین کے لیے جن امور کو پیش نظر رکھنا اہل علم کے نزدیک لازم وضروری ہے ان کو نظر انداز کرنا اور اپنی مرضی سے غیر مرادی معنی متعین کر لینا، قائل پر افتراء اور بہتان باندھنے کے مترادف ہے۔ لہذا اس مقام پر بھی کلام کا سیاق وسباق، قرائن مقالیہ اور حالیہ وغیرہ امور کو ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ تو ان امور کے تناظر میں سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبۂ فدک میں خطا پر ہونے کا مطلب صرف اور صرف یہی ہے کہ میراث نبوی اور مطالبۂ فدک میں آپ کا موقف صواب اور درست نہیں تھا۔ کیونکہ حدیث نبوی: **لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ** (ترجمہ: ہمارا کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا، ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے) کے خلاف تھا۔ اس عبارت میں نہ گستاخی اور بے ادبی کی نیت تھی کیونکہ قائل صحیح العقیدہ سنی عالم دین ہے اور نہ ہی اس کا مفہوم ومعنی ایسا ہے اس لیے کہ سیاق وسباق سے خطا کا معنی روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اور یہ امر بھی کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے کہ شیعہ اور روافض کے نزدیک معصوم سے اجتہادی خطا کا وقوع بھی ناممکن ہے۔ تو اجتہادی خطا ثابت کرنے سے شیعہ کے نظریہ اور عقیدہ کے مطابق سیدہ پاک کا غیر معصوم ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود بھی شیعہ کے نظریہ کا ابطال ہے اور ڈاکٹر صاحب نے بھی حضرت پیر صاحب قدس سرہ العزیز کی عبارت کی مختصر تشریح کی ہے۔ تو اجتہادی خطا ثابت کرنے سے ڈاکٹر صاحب کا مدعی بلاشبہ ثابت ہو گیا ہے۔ اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت پیش کرنے سے متصل پہلے اس سنی عالم دین نے یہ جملے بولے ہیں:

ایک ہے تطہیر کا معنی روافض کے ہاں: معصوم ہونا کہ ان سے غلطی کا امکان ہی نہیں اور دوسرا ہے تطہیر کا معنی اہل سنت کے نزدیک: کہ غلطی کا امکان تو ہے لیکن رب نے حفاظت فرما دی ہے۔

تو اہل سنت کے نزدیک تطہیر کا معنی بیان کرتے ہوئے انہوں نے سیدہ پاک کا محفوظۃ عن الخطاء (بمعنی گناہ) ہونا بیان کیا ہے۔رب نے حفاظت فرمادی ہے۔اور تصفیہ کی عبارت کے آخر میں اپنے پہلے جملے : اور خطا پر تھیں،، کی تفسیر اپنے دوسرے جملے : جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں،، کے ساتھ کردی ہے

اب رہا یہ مسئلہ کہ یہ خطا کیا تھی ؟ تو یہ بات واضح ہے کیونکہ جب کلام ہی میراثِ نبوی اور مطالبۂ فدک میں ہو رہا ہے تو سیدہ پاک کے اس مسئلہ میں خطا پر ہونے کا معنی یہ ہے کہ میراث نبوی میں ان کا موقف اور مطالبۂ میراث از روئے شرع خطا تھا یعنی صواب اور درست نہیں تھا۔جب کہ ڈاکٹر صاحب نے اس سے متصل بعد والی عبارت کے ساتھ اسے خوب واضح کر دیا ہے ۔ملاحظہ کریں:

لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں ان کی حدیث سن کے سر تسلیم خم کر لیا۔

یعنی ان کی خطا یہی تھی کہ اس مسئلہ میں ان کا موقف اور مطالبۂ میراث ،حدیث نبوی کے خلاف تھا لیکن جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث نبوی سنائی تو ان کی یہ شان ہے، تا آخر۔

تو خدارا، انصاف کریں کیا یہ سیدہ پاک کی شان بیان کر رہے ہیں یا توہین کر رہے ہیں کہ خطا کا ہر گوشہ سیدہ پاک کے لیے ثابت کر رہے ہیں؟ **نعوذ باللہ من ذلك ثم نعوذ باللہ من ذلك** ۔

جبکہ قائل نے بعد میں اجتہادی خطا مراد ہونے کی تصریح بھی کی ہے اور اجتہادی خطا گناہ اور معصیت نہیں ہے۔اور سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بے گناہ بے خطا ہونے کی تصریح بھی کی ہے۔اور اپنے متفقہ اعلامیہ میں
اس بات کی تصریح بھی کی ہے کہ ہمارا مخالف فرقہ معصوم یا معصومہ سے خطا اجتہادی کا وقوع تو کیا امکان بھی نہیں مانتا۔اور یہی حقیقت واقعیہ ہے کہ اس فرقہ کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے۔

کیا کلام کے سیاق وسباق اور موضوعِ بحث اور متکلم کے نظریہ وعقیدہ بلکہ اس کی طرف سے تصریحات کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ؟ **انا للہ وانا الیہ راجعون** ۔

جب لفظ خطا مشترک لفظی ہے اس کے متعدد معانی ہیں اور لفظ خطا بغیر قید کے استعمال کیے جانے کی صورت میں بمعنی گناہ ہونا متعین نہیں ہے بلکہ بمعنی ضدِ صواب اور نقیضِ صواب ہونا بھی کتب لغات میں مصرح ہے اور محاورات میں بھی بکثرت مستعمل ہے اور مسائل علمیہ میں بھی اس کا اطلاق اور استعمال اس معنیٰ میں کچھ کم نہیں ہے۔۔اور اس سنی عالم دین کے کلام میں خطا بمعنی ضد ِ صواب (یعنی جو صواب اور درست نہ ہو) ہونے پر اس قدر دلائل اور شواہد موجود ہیں ۔تو اس کے باوجود،، خطا پر تھیں،، کا ترجمہ ،،خطا کار تھیں،، کرنا، اور یہ کہنا: کہ انہوں نے اپنے
مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے سیدہ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مطلقا خطا کا لفظ بول کر بہت بڑی جسارت کی ہے کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔پس انہوں نے یہ جملے بول کر،، کہ وہ خطا پر

تھیں، جب مانگ رہی تھی خطا پر تھیں،، خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت نہ کر دیا ہو۔ کیا یہ سراسر افتراء اور بہتان نہیں ہے؟

جس متفقہ اعلامیہ میں دیئے گئے ایک بیان کو ڈاکٹر صاحب کا استدلال ماننے میں حائل ہوتا قرار دیا ہے اسی متفقہ اعلامیہ میں ہمارے مخالف فرقہ کے عقیدہ کا بیان کہ: وہ فرقہ معصوم یا معصومہ سے خطا اجتہادی کا وقوع تو کیا امکان بھی نہیں ملتا،،

کیا ڈاکٹر صاحب کا استدلال تام ہونے پر روشن دلیل نہیں ہے؟ تو اس بیان کا حوالہ دیکر ڈاکٹر صاحب کے استدلال کو قبول کرنے کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا؟ جب کہ ڈاکٹر صاحب کا اصل مقصود تو اس فرقہ کی تردید ہے۔ اور اس کے مسلمات کے ذریعے سیدہ پاک کا غیر معصوم ہونا ثابت کرنا نہایت معقول اور وزنی استدلال ہے۔ کیا ہمارے مخالف فرقہ کا عقیدہ نفس الامری طور پر یہی نہیں ہے؟ کیا سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجتہادی خطا کا ثبوت شیعہ کے عقیدے کی رو سے ان کے غیر معصوم ہونے کی دلیل نہیں ہے؟

دوسروں کو سمجھانے کی بجائے خود فضلاء ہی نے اس کلام پر ایک لمحہ توجہ کی زحمت برداشت نہیں کی بہت بڑی جسارت اور گستاخی کرنے کی گردان ہی جاری رہی۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

جب سیدہ پاک کا یہ موقف اور مطالبہء فدک حدیث نبوی: **لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ**،، کے خلاف ہونے کی وجہ سے باجماع ائمۂ اہل سنت از روئے شرع صواب اور درست نہیں ہے۔

جب حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے صواب اور درست نہیں بلکہ خطا جانا ہے اسی لیے تو یہ اموال بطور میراث تقسیم نہیں کیے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بعد میں اسے خود بھی خطا جانا ہے اسی لیے تو اس سے رجوع کر لیا، تو اس کو اسی معنی میں خطا قرار دینے سے جس معنی میں حضرات خلفائے راشدین و دیگر تمام مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین **و من بعدھم** ائمۂ اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے خطا جانا ہے سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے ادبی اور گستاخی کا ارتکاب کیسے ہو گیا؟

جب حدیث نبوی: **لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ**،، پر ایمان ضروری ہونے کی وجہ سے سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس موقف اور مطالبۂ میراث کے از روئے شرع خطا یعنی صواب اور درست نہ ہونے کا اعتقاد لازم اور ضروری ہے، تو تمام ائمۂ اہل سنت کا عقیدہ یہی ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کسی صاحب علم کے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔ تو پھر اس مسئلہ کے اجماعی ہونے کا انکار بلکہ اس پر اصرار اور ضد کرنے کا کیا جواز ہے؟

جبکہ عدم قول عدم اعتقاد کی دلیل ہرگز نہیں ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے اور نزاع لفظی میں الجھنا خدام دین متین کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم**

والحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین

علماء کرام ومشائخ عظام کی شرعی ذمہ داری:

قرآن وحدیث سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب استطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے ایسے ہی دین اسلام سے وفاداری اور مظلوم سے رفع ظلم کی سعی بھی حتی الامکان فرض ہے لہذا علماء ومشائخ کی یہ شرعی ذمہ داری ہے اوران پر لازم وضروری ہے کہ اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کو گستاخی قرار دے کر سنیت پر جو ظلم کیا جارہا ہے مطالبۂ فدک میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنے کو سینہ زوری سے خطائے معصیت قرار دے کر کفر اور گستاخی کے فتوے لگانے والے حضرات پر اکابر علماء کرام سے دلائل شرعیہ کی روشنی میں فیصلہ کرانے اور شریعت مطہرہ کا حقیقی فیصلہ قبول کرنے کیلئے زور ڈالیں اور انہیں کہیں اگر تم اپنے فتوے صحیح سمجھتے ہو تو پس وپیش کئے بغیر اس منصفانہ مشورہ کے مطابق اکابر علماء کرام سے فیصلہ کرانے کا فوری اعلان عام کریں۔

ظلم بہر حال ظلم ہے لیکن شریعت مطہرہ کو ڈھال بنا کر کیا جانے والا ظلم اور بھی زیادہ قبیح ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان بھی ہے۔ حقائق بہر حال حقائق ہیں ہزار چلا کی کے باوجود ان پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ شریعت اور اسلام ہماری خواہش نفس کے تابع نہیں ہے مذہب حق کو پوری طرح نہ سمجھنے والے یا سمجھنے کے باوجود دانستہ طور پر اصول شرع کے خلاف لکھی گئ تحریر پر بہت سارے لوگوں کے تائیدی دستخط کرنے کی وجہ سے وہ شرعی حکم اور شرعی فیصلہ نہیں بن جائے گا۔ باطل، باطل ہی ہے خواہ ہزار لوگ اس کی تائید کر دیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب کو گستاخ قرار دینے والے تمام شاہ صاحبان اوران کے مؤیدین پر یہ فرض ہے کہ وہ نارووالی فتوی اور اس طرح کے دوسرے فتاوٰی کا واقعی شرعی حکم اور شرعی فیصلہ ہونا اکابر علماء اہل سنت کے فیصلے سے ثابت کریں ورنہ اپنے مؤقف سے رجوع اور توبہ کر کے اپنی غلطی کا علانیہ اعتراف کریں اور باقاعدہ طور پر حکومت کو بھی اپنی غلطی کی اطلاع دے کر محترم ڈاکٹر صاحب کو رہا کرائیں جیسا کہ ان کو سزا دلوانے کیلئے حکومت سے تقاضا کرتے رہے ہیں اس لیے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کو رہا کرانا از روئے شرع ان پر فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الکریم وعلیٰ آله واصحابه اجمعین

حررہ العبد الفقیر الی اللہ الغنی القدیر
نذیر احمد السیالوی عفی اللہ تعالیٰ عنه
6 ربیع الاول 1442ھ موافق 2020/10/24
جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد پاکستان

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة (القرآن)

دار الافتاء
جامعہ محمدیہ معینیہ

سیدہ فاطمہ وسیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطالبہ میراثِ نبوی کی شرعی حیثیت

مصدقہ اکابر علماء اہلسنت

شیخ الحدیث والتفسیر

مفتی نذیر احمد سیالوی

صاحب دامت برکاتہم العالیہ

03008092933

جامعہ محمدیہ معینیہ عمر ٹاؤن جڑانوالہ روڈ فیصل آباد، پاکستان

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة (القرآن)

دار الافتاء
جامعہ محمدیہ معینیہ

سیدہ فاطمہ وسیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطالبۂ میراثِ نبوی کی شرعی حیثیت

مصدقہ اکابر علماء اہلسنت

شیخ الحدیث والتفسیر

مفتی نذیر احمد سیالوی

صاحب دامت برکاتہم العالیہ

03008092933

جامعہ محمدیہ معینیہ عمر ٹاؤن جڑانوالہ روڈ فیصل آباد، پاکستان

تصدیقات وتائیدات

تصدیق وتائید

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا شمس الہدیٰ الرضوی القادری

دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ وعلی آلہ واصحابہ المشادین بادیہ۔ وبعد!

مطالعہ میراث نبوی کے حوالہ سے حضرت علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی دام ظلہ العالی کی سنجیدہ اور تحقیقی تحریر دیکھی، مسرت ہوئی، اس مختصر تحریر میں منہج اہل سنت وجماعت کو اظہر من الشمس وابین من الامس کر دیا گیا ہے۔ اور ہوائے رفض کے رخ کو بڑے محکم انداز میں موڑا ہے۔ اور تفضیلیوں کے دجل و فریب میں آجانے والے علمائے حق کو مخلصانہ دعوتِ فکر دی گئی ہے۔ میں فقیر رضوی برکاتی اس کی بھرپور تائید و توثیق و تصدیق کرتا ہوں۔

شمس الہدیٰ الرضوی عفی عنہ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ

مبارکپور یو۔پی انڈیا

مشغول دار الافتا کنز الایمان

یو۔کے

۲۸/ذوالقعدہ [illegible]

دار الافتاء
Darul Ifta
Kanzul Iman Heckmondwike, WF16 0HR, U.K.

تصدیق وتائید

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، تلمیذ رشید مفتی اعظم ہند، فقیہ النفس استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمن رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیۃ (انڈیا)

دوماہی "الرضا" انٹرنیشنل، پٹنہ

جولائی، اگست ۲۰۲۰ء

باغ فدک کے تحقیقی فتوی پر

فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی مدظلہ العالی کی تصدیق

محب محترم مولانا نظام الدین صاحب زید حبہ

سلام ورحمت

آپ کے ٹیلی فونی بیان اور ارسال فرمودہ حضرت مفتی نذیر احمد صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ فدک کے مسئلہ کو لے کر رافضیوں کے، حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو "ظالم" کہنے کا رد کرتے ہوئے محترم مولانا ڈاکٹر اشرف جلالی صاحب مدظلہ نے حضرت سیدہ طیبہ زاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے تعلق سے فرمادیا کہ کروروں فضائل ومراتب کے باوجود "خطا پر تھیں" پھر اس کی وضاحت بھی فرمادی کہ ان کی یہ خطا "خطائے اجتہادی" تھی، تو رافضیوں کو چھوڑ کچھ ارباب خانقاہ کے ساتھ، بعض سنی علمائے کرام نے بھی موصوف پر حضرت سیدہ طاہرہ وزاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کی توہین وتنقیص کا الزام قائم کردیا اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ اس کی زد معاذ اللہ رب العلمین کہاں کہاں پڑتی ہے؟ پھر ستم بالائے ستم تو یہ ہوا کہ موصوف کے خلاف مقدمہ بھی درج کرایا اور اسمبلی تک میں قرارداد پیش کر کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیلوادیا۔ حیرت ہے کہ یہ سب کچھ "ایران" میں نہیں، اس ملک "پاکستان" میں ہوا جو، شریعت محمدیہ کے علی الرغم "اسلامی جمہوریہ" کہلانا اپنا فخر سمجھتا ہے۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ آج اہل بیت اطہار بالخصوص حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روح پاک خود ان ہی کے تقدس کی آڑ میں اپنے والد گرامی ﷺ کے دیے ہوئے اس حقانی عقیدہ کی پامالی پر کس قدر بے چین ہورہی ہوگی۔

بلاشبہہ شریعت محمدیہ کے مطابق صحابہ کرام بشمول افضل البشر بعد الانبیا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، اسی طرح اہل بیت اطہار بشمول جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہم سے خطائے اجتہادی نہ صرف ممکن بلکہ بسا اوقات واقع بھی ہوچکی ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اس واضح مسئلہ کو دلائل وبراہین کے ساتھ واضح تر کر کے دکھادیا ہے۔

میں محترم مولانا جلالی صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں، وہ بڑے خوش نصیب ہیں کہ کسی جرم میں ماخوذ ہو کر نہیں، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کے والد گرامی کے عطا فرمودہ عقیدہ حقہ کے تحفظ کی خاطر قید وبند کی مشقتیں جھیل رہے ہیں، اس طرح سنت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ کی تجدید ہورہی ہے۔ کیا بعید کہ خدائے قدیر وہادی ان کی اس اسیری کے صدقے وقت کے جہانگیروں کو ہدایت دے دے۔ میری دعا ہے کہ حقیقی حاکم ومالک دو جہاں اس عقیدہ حقہ کو عطا فرمانے والے نبی ﷺ کے صدقے مولانا موصوف کو اپنے کرم بے پایاں کے حساب اجر جزیل وجمیل عطا فرمائے۔ آمین

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

تصدیق وتائید

استاذ العلماء، حضرت علامہ مولانا مفتی شہباز علی قادری صاحب دامت برکاتہم العالیۃ

صدر مدرس جامعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

زیر نظر مسئلہ میں صدیوں سے ہمارے اسلاف کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ
رہا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں اور
اہل بیت علیہم الرضوان محفوظ عن الخطا (بمعنی گناہ) ہیں۔
موجودہ دور میں اہل السنۃ والجماعۃ کے فضلاء کو اجاگر کیا ہوا
کہ اس مسئلہ میں افراط کا شکار ہو گئے = لہٰذا ضروری تھا
کہ مسلک حق اہل السنۃ والجماعۃ کی صحیح ترجمانی کی جاتی۔
تو میں علامہ نذیر احمد السیالوی کو خراج تحسین پیش
کرتا ہوں جنہوں نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اور اہل
السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی ترجمانی کا حق ادا کیا میں نے
اس رسالہ کے اکثر حصے کا بغور مطالعہ کیا۔ اور
اس نتیجہ پر پہنچا کہ علامہ موصوف نے اپنے محققانہ دلائل سے
مسئلہ کو روز روشن کی طرح آشکار اور واضح کر دیا۔
اللہ تعالیٰ اس عظیم مسعی اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف
قبولیت عطا فرمائے آمین

علامہ مدرس ومفتی شہباز علی القادری۔
دار الافتاء نوریہ رضویہ گلبرگ اے
د..

19-7-2020

تصدیق وتائید

استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیۃ

صدر مدرس جامعہ شیخ الحدیث فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد صاحب سیالوی
حفظہ اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی بحث پر کا مطالعہ کیا ہے جس
میں آپ نے عقائد اہلسنت کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے

آپ نے اس سے پہلے بھی بیان دیکھا کہ عقیدہ اہلسنت پر حملہ ہو رہا ہے
آپ نے اس کا قرآن و حدیث اور فقہاء کے اقوال کی روشنی
میں نہ صرف رد کیا بلکہ عقائد اہلسنت کو ثابت کیا

یہ بحث دور موجودہ مسئلہ کا بہترین جواب ہے ان شاء اللہ
آپ کی سعی جمیلہ کو مقبول فرمائے آمین
ہم آپ کی درازی عمر اور صحت کے لیے دعاگو ہیں۔

محمد عبدالرحیم صدر مدرس جامعہ شیخ الحدیث نزد [illegible]
فیصل آباد
0300-6602411

18-7-2020

تصدیق وتائید

استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالحق چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سابق صدر مدرس جامعہ باروریہ رضویہ نقشبندیہ آستانہ عالیہ پیر بارو شریف فتح پور (لیہ)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ ایام سے یہ مسئلہ جو کہ علماء کے مابین حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کرنے کے حوالے سے زیر بحث آیا۔ ہم بھی اس بحث و مباحثہ کو مسلسل سن رہے ہیں اسی حوالہ سے شیخ الحدیث مفتی نذیر احمد سیالوی مدظلہ العالی کا مفصل فتویٰ بندہ کو بھیجا گیا۔ بندہ نے مفتی صاحب کے فتویٰ کو بغور پڑھا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ مفتی صاحب نے اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے پوری علمی دیانتداری سے مسئلہ کے تمام گوشوں کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ عقیدہ اہلسنت کی مکمل وضاحت فرمائی۔ لہذا بندہ کو مفتی صاحب کے تحریر کردہ اس شرعی فتویٰ سے مکمل اتفاق ہے اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور جو لوگ عدم تدبر کی وجہ سے الجھن کا شکار ہیں اور اہلسنت میں انتشار اور افتراق کے درپے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں مسئلہ کی نزاکت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے

عبدالحق چشتی

0345-3817889

تصدیق وتائید

استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد احسان اللہ نقشبندی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، شیخ الحدیث جامعہ مدینۃ العلوم گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے تاجدار ختم نبوت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے باغ فدک کا بطریق میراث مطالبہ فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا یہ موقف عند اللہ نفس الامر میں حکم شرعی کے ساتھ مصادف و موافق نہ ہو سکا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" (بخاری) نہیں پہنچی تھی یا آپ رضی اللہ عنہا نے اس میں کوئی تاویل فرمائی تھی۔ اور مجتہد کے موقف کی ایسی عدم مصادفت کا نام خطاء فی الاجتہاد یا خطائے اجتہادی ہے۔ جو نہ عیب ہے اور نہ ہی معصیت، بلکہ اس عمل پر حدیث مبارک کی رو سے ایک اجر کا وعدہ ہے اور نہ ہی مجتہد کی طرف اسکی نسبت کرنے میں اسکی کسی قسم کی کوئی بے ادبی یا گستاخی ہے۔ پھر جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث مبارک بیان فرمائی تو آپ نے اپنا مطالبہ ختم فرما دیا اور اسی موقف کو اختیار فرما لیا جسے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حدیث مبارک کی رو سے پیش فرما رہے تھے۔ دیگر تمام صحابہ کرام اور اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کا بھی اسی پر اجماع و اتفاق ہوا اور چودہ صدیوں سے آج تک اسی طرح اہل حق کا یہ اجماع قائم ہے۔ اب اسکے برعکس موقف کو کہ جسے حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا بھی چھوڑ چکی ہیں اور چودہ صدیوں سے پوری امت کے اجماع کے خلاف ہے، مبنی بر صواب قرار دینا، فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی خلاف ہے اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام سمیت حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے اتفاق و اجماع اور چودہ صدیوں سے پوری امت کے اجماع و اتفاق کے بھی خلاف ہے۔ استاذ العلماء علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی صاحب دام ظلہ نے اپنی طرز پر اسی اجماعی موقف کو دلائل و براہین کے ساتھ بڑے سنجیدہ انداز میں تحریر فرمایا ہے اور وہ اس موقف کو اختیار کرنے میں مصیب ہیں۔ اور یہی موقف کنز العلماء ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی کا ہے جسے انہوں نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا تو بعض نے ان پر اعتراض اٹھایا، اگرچہ وہ اپنے پہلے بیان میں لفظ "خطا" کے ساتھ "اجتہادی" وغیرہ کا لفظ نہ بول سکے مگر انکی مراد یہی تھی کیونکہ تمام قرائن حالیہ و مقالیہ اسی پر دلالت کرتے ہیں اور بعد میں خود انہوں نے بار بار اسکی وضاحت بھی فرما دی جس سے اب ان پر کسی قسم کا کوئی الزام عائد نہیں ہوتا جیسا کہ صاحب بہار شریعت صدر الشریعہ کے فرزند ارجمند محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ نے بھی اسکی صراحت فرما دی ہے۔ بندہ ناچیز راقم الحروف بھی اپنے اسی مذکورہ بالا موقف کو دلائل و براہین کے ساتھ قدرے تفصیل سے تحریر کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز جلد ہی شائع کر دیا جائیگا۔ وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الراقم: محمد احسان اللہ نقشبندی خادم الحدیث والافتاء
جامعہ مدینۃ العلوم گوجرانوالہ

۶ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ
بمطابق
27 جولائی 2020ء
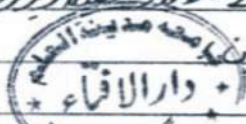
دار الافتاء جامعہ مدینۃ العلوم گوجرانوالہ

لمحۂ فکریہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطالبۂ فدک میں خطا پر تھیں؟

اجمالی جواب:

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محفوظۃ عن الخطا (بمعنیٰ گناہ) ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی میراث (مال میں) نہ ہونا قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہے۔ حدیث نبوی: "لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" حضرات اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث مبارک باجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے عموم پر ہے، پس اس مسئلہ پر اجماعِ امت ہے کیونکہ اس پر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے جو اجماعِ امت کی اعلیٰ قسم ہے لہذا بلا شک وشبہ یہ عقیدہ قطعیہ ہے۔ اس پر ایمان لازم اور ضروری ہے جو صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ اس کے منافی اور متضاد نظریہ کا انکار کیا جائے اور اسے خطا جانا جائے، جبکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا موقف یہ تھا کہ میراثِ نبوی (مال میں) ہے جو عقیدہ قطعیہ کے متضاد اور منافی ہے لہذا ان کا یہ موقف بالیقین ان کی اجتہادی خطا تھی (جو گناہ اور معصیت نہیں ہے بلکہ بمعنیٰ ضد صواب ہے) تو مطالبۂ فدک وغیرہ بھی اس موقف کی بنا پر کیا تھا لہذا وہ بھی خطا ہے کیونکہ اس کا انکار نہ کرنے اور اس کو خطا تسلیم نہ کرنے کی صورت میں حدیث نبوی: "لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" اور اجماعِ صحابہ کرام بر عدم میراثِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان ممکن ہی نہیں ہے۔ لہذا حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ومن بعدہم تمام اہل سنت و جماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسئلۂ میراثِ نبوی اور مطالبۂ میراثِ نبوی میں بالیقین خطا پر تھیں۔ اس لیے کہ اس کو خطا (بمعنیٰ ضد صواب) نہ جاننا حدیث نبوی: "لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" اور اجماعِ صحابہ کرام بر عدم میراث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کرنے کے مترادف ہے جو بالیقین رافضیت ہے اور عدم قول عدم اعتقاد کو مستلزم نہیں ہے۔ جبکہ ظلم کی انتہاء ہوگئی ہے کہ ایک سنی عالم دین نے اہل سنت کا یہ اجماعی عقیدہ بیان کیا ہے تو اسے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گستاخ قرار دیکر گرفتار کروا دیا گیا ہے کیا سنی علماء کو اس مسئلہ کی نوعیت اور شرعی حیثیت پر غور وفکر کرکے اس کی وضاحت کرنے کی فرصت میسر ہے؟ **بینوا توجروا**

سیدہ فاطمہ وسیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے مطالبۂ میراث نبوی کی شرعی حیثیت

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیھم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فی ما شجر بینھم الآیۃ

وباللہ التوفیق

اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمارے سروں کا تاج ہیں ان کی و دیگر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظمت وشان اور عقائد اہل سنت کا تحفظ ہمارا فریضہ ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ عقائد اہل سنت افراط وتفریط کی بدعات سے پاک اور منزہ ہیں ۔ اس لیے کہ اہل سنت کا نصب العین اتباعِ شریعت مطہرہ ہے نہ کہ خواہشِ نفس کی پیروی اور یہی اہل سنت کا طرۂ امتیاز ہے اور عوامِ اہل سنت کو اعمال کے ساتھ عقائد اہل سنت کی تعلیم دینا بھی علماء کرام کے فرائض سے ہے تا کہ وہ گمراہی اور بدعقیدگی سے دور رہیں، اب جبکہ بدعقیدگی اور گمراہی کی تبلیغ عام ہو رہی ہے تو عند اللہ تعالیٰ براءتِ ذمہ کیلئے مذکورہ بالا مسئلہ کی شرعی حیثیت اور عقیدۂ اہل سنت کا بیان لازم اور ضروری سمجھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اہل سنت و جماعت کے نزدیک حضرات اہل بیت اطہار وغیر اہل بیت تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت، حسنِ عقیدت اور ان کی تعظیم اور ان کا ذکر، خیر کیساتھ ہونا ضروری ہے اور حضرات اہل بیت اطہار کے ساتھ بوجہ قرابتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی محبت اور احترام چاہیے لیکن تعظیم وتکریم میں شرعی حدود ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے، شریعت مطہرہ کا احترام نہ کیا جانا ہی گمراہی اور بدعقیدگی عام ہونے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ آج بھی اگر یہ لوگ شریعت کا احترام کریں تو ان کے تمام مغالطے دور ہو جائیں گے۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے اختلاط کی وجہ سے یہ مصیبت ادھر بھی آ گئی ہے، بہت سارے لوگ اپنے ذوق ہی کو حرف آخر سمجھ رہے ہیں۔

گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ ہی نے رعایت مراتب کی تعلیم دی ہے اس لیے سنیت میں رفض وخروج اور ناصبیت میں سے کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ سنی مزاج میں شریعت مطہرہ کی پاسبانی کرنا ہوگی اور کسی کی ذوقی سنیت

ہرگز قبول نہیں کی جائے گی بلکہ حقیقی سنیت مانی جائے گی ۔بفضل اللہ تعالیٰ مذہب حق ، مذہب مہذب ، مذہب اہل سنت و جماعت مدون ہے،کوئی صدری نسخہ نہیں ہے ۔ مذہب اہل سنت کی پابندی اور اس سے وفاداری سب پر لازم اور ضروری ہے ۔ شریعت مطہرہ کے آگے سر تسلیم خم کرنا سب پر فرض ہے ۔ مسئلۂ عصمت میں مذہب اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ انسانوں میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں ۔ جبکہ شیعہ اور روافض حضرات اہل بیت کرام علیہم الرضوان کو بھی معصوم مانتے ہیں اور ان کی عصمت حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت سے بھی اعلیٰ مانتے ہیں ۔ اصول فقہ کی شہرۂ آفاق کتاب "مسلم الثبوت" کی شرح فواتح الرحموت میں بحر العلوم حضرت علامہ عبد العلی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

وأيضا قد تطلق على عدم صدور ذنب لا عمدا ولا سهوا ولا خطأ، ومع ذلك عدم الوقوع في خطأ اجتهادي في حكم شرعي وهذا هو محل الخلاف بيننا وبينهم فهم قالوا: أهل البيت معصومون عن ذلك كله من أنواع الذنوب وأنواع الخطأ، ويدعون أن فتواهم كقول الأنبياء في وجوب الاتباع، وكونه من الله تعالى، (الى ان قال)وعندنا العصمة بهذا الوجه مختصة بالأنبياء فيما يخبرون بالوحي وما يستقرون عليه، وأهل البيت كسائر المجتهدين، يجوز عليهم الخطأ في اجتهادهم وهم يصيبون ويخطئون وكذا يجوز عليهم الزلة، وهي وقوعهم في أمر غير مناسب لمرتبتهم من غير تعمد، (الى ان قال) لنا ما تواتر عن الصحابة و التابعين من انهم كانوا مجتهدين و يفتون خلاف ما افتى به اهل البيت ولم ينكر ولم يعب احد على احد بل لم يخطئ احد من مخالفة اهل البيت في الحكم و لم يقل احد بفساد اجتهاد من قال بخلافه .وهذا يفيد علما ضروريا بأن كل واحد من الأئمة بل المقلدين إياهم أيضا من الصحابة ومن بعدهم كانوا عالمين بعدم العصمة عن الخطأ الاجتهادي ويفيد أيضا علما ضروريا بأن أهل البيت أيضا كانوا عالمين بعدم عصمة أنفسهم من هذا الخطأ الاجتهادي ألم تر كيف رد ابن مسعود قول
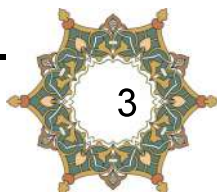
أمير المؤمنين علی فی عدة الحامل المتوفی عنها زوجها (الی ان قال)فقد بان لك أن الإجماع القطعی الداخل فيه أهل البيت حاكم بأن لا عصمة فی أهل البيت بمعنی عدم جواز الخطأ الاجتهادی منهم فاحفظه ، ولنا أيضا قوله تعالی : فإن تنازعتم فی شیء فردوه إلی الله والرسول [النساء : ٥٩] وأهل البيت أيضا داخلون فی الخطاب ففرض عليهم حين التنازع إزاحته بالرد علی الكتاب والسنة ، ولم يعب علی منازع أهل البيت فی الأحكام بشیء ، وأيضا لم يقل وأهل بيته. فافهم (فواتح الرحموت 2/ 278۔279)

حاصل عبارت یہ ہے کہ عصمت کا اطلاق کبھی گناہ کے عدم صدور پر کیا جاتا ہے کہ نہ عمداً صدور ہو اور نہ سہواً اور نہ خطاء، اور اس کے ساتھ (مزید یہ کہ) حکم شرعی میں اجتہادی خطا میں واقع نہ ہونا۔ یہ محلِ خلاف ہے ہمارے اور شیعہ وروافض کے درمیان۔ انہوں (شیعہ) نے کہا ہے کہ اہل بیت گناہوں کی تمام انواع اور خطا کی تمام انواع سے معصوم ہیں اور وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل بیت کا فتویٰ، (اس کی) اتباع واجب ہونے اور اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قول کی مثل ہے (تا) اور ہمارے نزدیک اس معنیٰ میں عصمت حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مختص ہے اس میں جو وحی الٰہی کے ساتھ خبر دیتے ہیں اور اجتہادی امور میں جس پر ثابت اور برقرار رہتے ہیں۔ اور اہل بیت باقی مجتہدین کی مثل ہیں، ان کے اجتہاد میں ان پر خطا جائز ہے

اہل بیت مصیب بھی ہوتے ہیں اور مخطئ بھی ہوتے ہیں، اسی طرح ان سے زلت کا صدور بھی جائز ہے۔ زلت کا مطلب ہے بغیر قصد اور ارادہ کے کسی ایسے امر میں واقع ہو جانا جو ان کے مرتبہ اور مقام کے مناسب نہ ہو (تا) ہماری دلیل: جو متواتر ہے صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ بیشک وہ مجتہد تھے اور (بعض مسائل میں) اہل بیت کے فتویٰ کے خلاف (بھی) فتویٰ دیتے تھے اور کسی ایک نے کسی پر بھی نہ انکار کیا اور نہ عیب لگایا بلکہ حکم شرعی میں (اجتہاد میں) اہل بیت کی مخالفت کرنے سے کوئی شخص مخطئ نہیں ہو جاتا اور نہ کسی نے اس مجتہد کے اجتہاد کے فساد کا قول کیا جس نے اہل بیت کے موقف کے خلاف قول کیا ہو۔ اور یہ اس امر کے علم ضروری کا فائدہ دیتا ہے کہ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرام ومن بعدہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) میں

سے تمام ائمۂ کرام بلکہ ان کے مقلدین بھی اہل بیت کا خطاء اجتہادی سے معصوم نہ ہونا جانتے تھے۔اور یہ اس امر کے علم ضروری کا بھی افادہ کرتا ہے کہ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ حضرات اہل بیت کرام علیہم الرضوان خود بھی جانتے تھے کہ وہ اجتہادی خطا سے معصوم نہیں ہیں۔

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کیسے رد کر دیا، اس حاملہ خاتون کی عدت کے بارے میں جس کا خاوند فوت ہو جائے (تا) پس ضرور ظاہر ہو گیا تیرے لیے کہ بیشک اجماعی قطعی، جس میں اہل بیت بھی داخل ہیں، حکم لگا تا ہے کہ بیشک اہل بیت میں عصمت بمعنیٰ عدم جواز خطاء اجتہادی نہیں ہے۔پس اس تحقیق کو محفوظ کر لے۔

اور ہماری دلیل قرآن کریم سے بھی ہے قول باری تعالیٰ:

"فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول" پھر اگر تم کسی شئ کے بارے میں باہمی نزاع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو (یعنی قرآن وحدیث پر پیش کرو) اور اہل بیت بھی اس خطاب میں داخل ہیں تنازع کے وقت ان پر بھی فرض کیا ہے اس کا ازالہ اور اسے دور کرنا کتاب وسنت پر پیش کرنے کے ساتھ اور احکام میں اہل بیت کے ساتھ منازعہ کرنے والے پر عیب نہیں لگایا نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی نہیں فرمایا: فردوہ الیٰ اللہ والرسول واھل بیتہ۔کہ اس نزاعی امر کو اللہ اور رسول اور رسول کے اہل بیت کی طرف رد کرو۔

مختصر تبصرہ:

فواتح الرحموت کے مصنف بحر العلوم حضرت علامہ عبد العلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم ہستی ہیں جنہیں بڑے بڑے اکابر بھی بحر العلوم ہی مانتے ہیں یعنی علوم کا سمندر۔ امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز بھی بحر العلوم کہہ کر ان کی تحقیقات پیش کرتے ہیں۔ملاحظہ کریں "فتاویٰ رضویہ" تو حضرت بحر العلوم نے یہ مسئلہ اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کوئی ابہام اور شبہ باقی رہتا ہی نہیں۔"

اور انہوں نے تمام اہل بیت کے بارے میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لیکر تمام ائمۂ اہل سنت اور ان کے مقلدین کا موقف اور نظریہ وعقیدہ بیان فرمایا ہے کہ حضرات اہل بیت کرام علیہم الرضوان بھی باقی مجتہدین کی طرح ہی ہیں وہ مسائل شرعیہ میں مصیب بھی ہوتے اور مخطی بھی ہوتے ہیں۔ان کے اجتہاد میں ان پر خطا جائز ہے "یجوز علیھم الخطاء فی اجتہادھم" بغور ملاحظہ کرلیں۔یعنی جائز ہے کہ وہ اپنے اجتہاد میں

خطا پر ہوں حضرات صحابہ کرام اور باقی تمام ائمہ اوران کے مقلدین جانتے تھے کہ اجتہادی خطا سے اہل بیت معصوم نہیں ہیں۔

"ھذا یفید علما ضروریا بان کل واحد من الائمۃ بل المقلدین ایاھم ایضامن الصحابۃ و من بعدھم کانوا عالمین بعدم العصمۃ عن الخطأ الاجتہادی۔"

بغور ملاحظہ کرلیں۔ یہاں علم ضروری، علم استدلالی کا مقابل ہے۔

"یفیدایضا علما ضروریابان اھل البیت" الخ

خود اہل بیت کرام علیہم الرضوان کواس بات کا علم ہے کہ ہم اجتہادی خطا سے معصوم نہیں ہیں۔

حضرات چار تن پاک علیہم الرضوان میں سے سب سے زیادہ علم والے تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں مسائل شرعیہ میں ان کے بعض اقوال کو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رد کیا ہے۔الم تر کیف ردابن مسعودقول امیر الؤمنین علی فی عدۃ الحامل الخ

کتب حدیث میں یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلہ مذکورہ میں حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابعد الاجلین والے موقف کو صرف خطا ہی نہیں سمجھا بلکہ قطعی خطا جانا ہے اس لیے کہ آپ نے مباہلہ کی دعوت دی ہے "من شاء باھلتہ "جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرتا ہوں کہ سورۂ نساء قصریٰ، سورۂ بقرہ کی آیت: "والذین یتوفون منکم "الایۃ۔ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ مباہلہ تو اس صورت میں ہی کیا جاتا ہے جب دوسرے فریق کے موقف کو قطعی اور یقینی خطا سمجھا جائے۔اور دوسرے ائمۂ کرام کی اکثریت نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کیا ہے۔

"فقدبان لك ان الاجماع القطعی الداخل فیہ اھل البیت حاکم "الخ

بغور ملاحظہ کرلیں۔حضرت بحر العلوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اجماع قطعی، جس میں اہل بیت بھی داخل ہیں۔حاکم ہے کہ اہل بیت سے اجتہادی خطا جائز نہ ہونے کے معنی میں اہل بیت میں کوئی عصمت نہیں ہے اور پھر اسے قرآن کریم سے بھی ثابت کیا۔وللہ الحمد۔
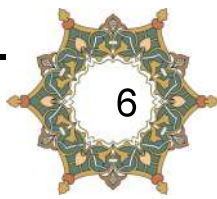
حضرت بحر العلوم رضی اللہ تعالی عنہ کی تحقیق سے وہ لوگ اپنی اصلاح کرلیں جو سراسر غلط دعویٰ کر رہے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطا کی نسبت آج تک کسی نے کی ہی نہیں ۔ جب تمام اہل بیت کرام علیہم الرضوان کے بارے میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لیکر اجماعی مذہب اور اجماعی نظریہ وعقیدہ یہ ہے جو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں ۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا موقف میراث نبوی کے بارے میں نصِ صریح کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کے خطا ہونے پر اجماعِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے اور ایسے ہی بعد والی ساری امت میں شیعہ وروافض کے سوا تمام امت کا اس کے خطا ہونے پر اجماع ہے، تو پھر ایسے دعاوی کا کیا جواز ہے؟ ان حضرات نے قول نہ کرنے اور قائل نہ ہونے کا مطلب ایک ہی سمجھ رکھا ہے حالانکہ قائل نہ ہونے کا مطلب معتقد نہ ہونا ہے اور عدم قول عدم اعتقاد کو مستلزم نہیں ہے ۔ سقیفۂ بنی ساعدہ میں حضرات انصار علیہم الرضوان نے ریاستِ مدینہ کا امیر انصار سے منتخب کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا جو حدیث متواتر "الائمة من قريش" کے خلاف ہونے کی وجہ سے بلا شک وشبہ خطا تھا (شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں فرمایا: میں نے کوئی چالیس صحابہ کرام کی روایت سے اس حدیث کے طرق جمع کیے ہیں) اس فیصلہ کے خطا ہونے پر بشمول انصار تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے، ایسے ہی بعد والی تمام امت کا بھی اجماع ہے ۔ جب اس فیصلہ کرنے میں حضرات انصار علیہم الرضوان کے خطا پر ہونے پر اجماع امت ہے، تو اس کے باوجود کیا ائمۂ کرام کی تصریحات کوئی فاضل پیش کرسکتا ہے کہ حضرات انصار علیہم الرضوان اس وقت خطا پر تھے؟

جب مسئلۂ خلافت میں حدیث نبوی کے خلاف رائے اور موقف کا خطا ہونا یقینی ہے اور اس پر اجماع امت ہونا ثابت کرنے کیلئے کسی امام کی تصریح پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی مطالبۂ تصریح درست ہے تو اسی طرح مسئلۂ میراثِ نبوی میں حدیث نبوی کے خلاف موقف کا خطا ہونا بھی یقینی ہے تو اس پر اجماع امت ہونا، ثابت کرنے کیلئے بھی کسی امام کی تصریح اور قول پیش کرنے کی نہ حاجت اور ضرورت اور نہ ہی مطالبہ درست ہے ۔ کیونکہ علمائے حق میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوسکتا جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی صریح حدیث کے خلاف موقف کو خطا یقین نہ کرتا ہو جس حدیث کے معنیٰ ومراد کے تعین پر بھی حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہو۔

وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ

نیز اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ ایک طرف سنیت کے لبادہ میں رافضیت گھس آئی ہے اور پوری طرح اپنے پنجے گاڑ چکی ہے، سنیت کے دعویٰ کے باوجود مذہب اہل سنت کے اجماعی عقائد کا انکار بھی کیے جا رہے ہیں کبھی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت پر اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان ہونے کا انکار ہے۔ کبھی افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار ہے، کبھی ایمان ابی طالب نہ ماننے والے تمام اہل اسلام کو خارج از اسلام قرار دیا جا رہا ہے اور دوسری طرف ہمارے مخالف فرقہ نے اس طرح منہ کھولا ہے بالخصوص حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ایسی غلیظ زبان استعمال کی جارہی ہے کہ بازاری زبان بولنے والے بھی سن کر کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور حضرات اہل بیت کو مظلوم قرار دے کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے تو ایسے حالات میں حقیقت واقعیہ کی وضاحت کرنا علمائے اہل سنت کا فریضہ ہے اللہ تعالیٰ اس فریضہ کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمین یارب العالمین**

حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی امید رکھتے ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ وہ محفوظۃ عن الخطاء ہیں لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہوں سے محفوظ ہیں نہ یہ کہ مسائل شرعیہ اور احکام شرعیہ کی تحقیق میں ان سے کوئی خطا نہیں ہوسکتی۔ خطا لفظ مشترک ہے اس کے متعدد معانی ہیں۔ ایک معنیٰ گناہ ہے اور دوسرا معنیٰ ضدِ صواب و نقیض صواب یعنی ناراست ہے (جو صواب اور درست نہیں)

احکام شرعیہ میں کسی فقیہ عالم سے سہو ہو جانا گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرنا نہیں ہے بلکہ وہ خطا بمعنیٰ ضد صواب ہے یعنی اس کا موقف صواب اور درست نہیں ہے۔ میراث نبوی کے مسئلہ میں انہیں غلطی لگ گئی تھی اس پر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد بھی شیعہ و رافض کے سوا ساری امت کا اجماع ہے، محفوظۃ عن الخطاء ہونے سے میراث نبوی میں خطا واقع نہ ہونے پر استدلال تو خلطِ مبحث اور سنگین غلطی ہے یا بالارادہ دھاندلی اور دھوکا دہی ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علیہم و علیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین
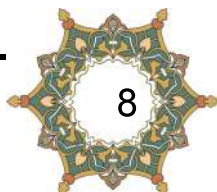
بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وباللہ التوفیق: اس مسئلہ کو جاننے کے لیے ضروری وضاحت: ۔

(الف)

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاءِ کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مالی میراث نہیں ہوتی وہ نفوس قدسیہ جو اموال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں تو اس مسئلہ پر اجماع امت ہے اس لیے کہ اس پر تمام مجتہدین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے جو اجماعِ امت کی اعلیٰ قسم ہے۔ تو اس کے بعد کسی کا خلاف اس مسئلہ کے اجماعی اور اتفاقی ہونے پر اثر انداز نہیں ہوسکتا، جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ جبکہ اس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد بھی شیعہ اور روافض کے سوا تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا نورث ما ترکنا صدقة" (صحیح بخاری ومسلم وکتب کثیرہ)

ترجمہ: ہمارا (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا) کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے

"انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فهو صدقة" (سنن کبریٰ للامام النسائی: ج6/ 98)

ترجمہ: بیشک ہم جماعت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا۔ تا آخر

اس حدیث کی اور بھی متعدد روایات ہیں اور اسکے راوی صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہیں ہیں بلکہ حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ہے، جیسا کہ کتب احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اور حدیث نبوی کا حجت شرعیہ ہونا قرآن کریم کی متعدد آیات مقدسہ سے ثابت ہے لہذا یہ مسئلہ قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے۔

(ب)

ارشاد باری تعالیٰ: "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (الی ان قال) وان کانت واحدة فلها النصف۔ الآیة (سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۱)
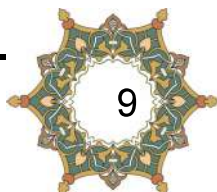
ترجمہ: اللہ (تعالیٰ) تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے (تا) اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔

اس آیت میں خطاب خاص امت کے لیے ہے۔لہذا حدیث مبارک :"لا نورث ما ترکنا صدقة" قرآن کریم کے مخالف نہیں ہے بلکہ اس حدیث مبارک نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ آیت مبارکہ "یوصیکم اللہ" الآیة میں خطاب خاص امت کے لیے ہے نہ کہ امت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں مخاطب ہیں۔

اور اگر "یوصیکم اللہ" میں خطاب عام بھی تسلیم کیا جائے تو پھر یہ عام مخصوص البعض ہے۔اس تقدیر پر بھی اس آیت مبارکہ اور حدیث مذکور میں تعارض نہیں ہے بلکہ حدیث شریف اس آیت مبارکہ کے لیے مخصص ٹھہری۔

بہر صورت اس امر پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے کہ اس آیت مبارکہ میں مذکور حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے ہرگز ثابت نہیں ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح نص موجود ہے :"لا نورث ما ترکنا صدقة" دوسری روایت میں ہے "انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقة" تیسری روایت میں ہے "لا نورث ما ترکنا فھو صدقة"

حاصلِ کلام:

یہ مسئلہ قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ و السلام کی میراث تھی ہی نہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مال چھوڑا وہ صدقہ ہے ۔اس پر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح نص موجود ہے جسے حضرات اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور اس حکم شرعی پر بوجہ صریح نص ہونے کے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے جو اجماعِ امت کی اعلیٰ قسم ہے۔اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعد بھی شیعہ اور روافض کے سوا تمام علمائے امت کا اس پر اجماع ہے۔وللہ الحمد

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا موقف اور دلیل:

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی دینی بصیرت کے مطابق یہی سمجھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے اور اس میں میرا حصہ بھی ہے۔تو آپ نے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا حصہ طلب کیا۔اب کیا حدیث نبوی:

"لا نورث ما ترکنا صدقة "علم میں آنے کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میراث طلب کی تھی یا پہلے اس بارے میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حدیث نبوی سننے سے پہلے میراث طلب کی تھی۔اور آپ نے سورۂ نساء کی آیت مبارکہ :یوصیکم اللہ فی اولادکم (الیٰ ان قال)و ان کانت واحدة فلها النصف سے استدلال کیا۔کہ اگر ایک بیٹی ہو تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے وقت آپ کی اولاد پاک سے صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی بقید حیات موجود تھیں۔

شیخ الاسلام حضرت امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

قیل ان طلبها لذلك كان قبل ان تسمع الحديث الذى دل على خصوصية سيدنا رسول الله ﷺ بذلك و كانت متمسكة بآية الوصية:و ان كانت واحدة فلها النصف۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری 19/15)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میراث طلب کرنا آپ کے اس حدیث کو سننے سے پہلے تھا جو حضور سیدنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت پر دلیل ہے کہ آپ کی (مال میں) میراث نہیں ہے۔اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آیت وصیت :"و ان كانت واحدة فلها النصف "کے ساتھ استدلال کر رہی تھیں۔آپ نے قول باری تعالیٰ :"یو صیکم اللہ" میں خطاب عام سمجھا کہ امت اور حضور نبی کریم ﷺ دونوں مخاطب ہیں اور اس آیت میں مذکورہ احکام سب کے لیے ہیں۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میراث طلب کرنا حدیث نبوی :"لا نورث ما ترکنا صدقة" سننے کے بعد تھا۔اور آپ اس حدیث شریف کی تاویل کر رہی تھیں کہ اس حدیث کے عموم کی تخصیص کا اعتقاد رکھتی تھیں۔

(عمدۃ القاری 19/15)

جبکہ احادیث صحاح سے یہ تو ثابت ہے کہ بنفس نفیس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا طلب میراث کے لیے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانا حدیث نبوی :"لا نورث ما ترکنا صدقة "علم میں آنے کے بعد تھا۔البتہ پہلی بار حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنے کے وقت حدیث نبوی آپ کے علم میں تھی یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۔ کیونکہ اس میں دونوں احتمال ہیں

نیز آپ نے قیاس کے ساتھ تمسک اور استدلال کیا۔
حضرت امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: جاءت فاطمۃ إلی أبی بکر، فقالت: من یرثك؟ قال: أھلی، وولدی، قالت: فما لی لا أرث أبی؟ فقال أبو بکر: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا نورث، ولکنی أعول من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعولہ، وأنفق علی من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفق علیہ: قال ابو عیسیٰ: وفی الباب عن عمر، وطلحۃ، والزبیر، وعبد الرحمن بن عوف، وسعد، وعائشۃ وحدیث أبی ھریرۃ حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ (جامع ترمذی ص 509: رقم الحدیث 1608 مطبوعہ الریاض/ مسند امام احمد 23,24/1 / فتح الباری 249/6) والنظم من الاول

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور کہا:
آپ کا وارث کون ہوگا؟

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے اہل اور میری اولاد تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: پھر میں اپنے ابا جان کی وارث کیوں نہیں ہوسکتی؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے "لا نورث" ہمارا (انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا) کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا۔ لیکن میں ان کی عیالداری کرونگا جن کی عیالداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے اور میں ان پر خرچ کرونگا جن پر (حضور اکرم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ کرتے تھے،،

اس حدیث کے الفاظ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد باری تعالیٰ: "یوصیکم اللہ" کا خطاب امت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عام سمجھا اور یہ قانون وراثت سب کیلئے جانا، ورنہ آپ قیاس مذکور بطور حجت اور دلیل پیش نہ کرتیں۔
شیخ الاسلام حضرت امام بدرالدین محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کی طویل حدیث

سے مستفاد فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"وفيه: أنه لا ينكر أن يخفى على الفقيه والعالم بعض الأمور مما علمه غيره، كما خفى على فاطمة التخصيص فى ذلك، و كذلك يقال: إنه خفى على علي، رضى الله تعالى عنه، ذلك و كذلك على العباس حتى طلبا الميراث، وقد يقال: لم يخف ذلك عليهما، وإنما كانا ذهلا ونسيا حتى ذكرهما أبو بكر فرجعا إليه، بدليل أن عمر نشدهما بالله: هل تعلمان ذلك؟ فقالا: نعم"

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری 26/15)

ترجمہ: اوراس حدیث شریف سے مستفاد فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اس امر کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک فقیہ اور عالم پر بعض امور مخفی اور پوشیدہ ہوں جو دوسرے فقیہ اور عالم کو معلوم ہوں جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر (مسئلہ میراث میں) یوصیکم اللہ میں تخصیص مخفی تھی۔ اوراسی طرح کہا جاتا ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ تخصیص مخفی تھی اور ایسے ہی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر، حتی کہ ان دونوں حضرات نے میراث طلب کی۔ اور یہ بات بھی ضرور کہی جاتی ہے کہ ان دونوں حضرات پر آیت میں تخصیص مخفی نہیں ہوئی تھی۔ انہیں صرف ذھول اور نسیان ہوا تھا حتی کہ دونوں حضرات کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد دلایا تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کرلیا۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں حضرات سے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر سوال کیا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "لا نورث ما تركنا صدقة" فرمایا ہے؟ تو دونوں حضرات نے فرمایا: ہاں"

جبکہ حدیث شریف کی دوسری روایت میں اصل الفاظ یہ ہیں اتعلمان ان رسول الله ﷺ قد قال ذالك ؟ کیا تم جانتے ہو کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرور یہ ارشاد گرامی "لا نورث ما تركنا صدقة: فرمایا ہے ؟ تو دونوں حضرات نے جواب میں فرمایا: قد قال ذلك" حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد مقدس ضرور فرمایا ہے (صحیح بخاری ومسلم)

راقم الحروف کہتا ہے یہی بات حق وصواب ہے کہ حضرت علی مرتضی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر یہ

تخصیص مخفی نہیں ہوئی تھی بلکہ انہیں صرف ذھول اور نسیان ہوا تھا۔؛اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان:"لا نورث ما ترکنا صدقہ" پہلے ان کے علم میں تھا جیسا کہ صحیحین کی اس حدیث مبارک سے خوب واضح ہے وللہ الحمد

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلیل اور اصولی کلام:

یہ امر اہل علم کے لیے کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا "**یوصیکم اللہ**" سے استدلال کرنا اور قیاس مذکور تب صحیح ہوتا جب ارشاد باری تعالیٰ:"**یوصیکم اللہ**" کا خطاب اور اس آیت میں بیان کردہ حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی ثابت ہوتا، حالانکہ یہ خطاب صرف امت کے لیے ہے۔ اس لیے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صریح نص موجود ہے۔

"**لا نورث ما ترکنا صدقۃ**" اس حدیث مبارک نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ اس آیت میں خطاب صرف امت کے لیے ہے

اور اگر آیت مبارکہ میں خطاب عام مخصوص البعض بھی مانا جائے تو یہ حدیث مبارک اس آیت کے لیے مخصص ہوگی،تو نتیجہ پھر بھی وہی ہے کہ یہ حکم میراث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے ثابت نہیں ہے اس لیے کہ آپ کی ذات اقدس کے بارے میں آپ کی طرف سے صریح نص موجود ہے۔لہذا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس آیت سے استدلال کرنے میں مصیبہ نہیں تھیں اور نہ ہی اپنے قیاس میں مصیبہ تھیں۔

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں میراث کا حکم شرعی جاننے میں مصیبہ نہیں تھیں انہوں نے جو حکم شرعی سمجھا وہ درست نہیں تھا کیونکہ وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صریح نص کے خلاف تھا۔

دوسری حدیث:

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

"عن عائشه ان فاطمة و العباس عليهما السلام اتيا ابابكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله ﷺ و هما حينئذ يطلبان ارضيهما من فدك وسهمهما من خيبر۔فقال لهما ابوبكر سمعت رسول الله ﷺ يقول : لا نورث،ما تركنا صدقة،انما ياكل آل محمد من هذا المال،قال ابوبكر والله

لاادع امراًرایت رسول اللہ ﷺ یصنعه فيه الاصنعته"
(صحیح البخاری مع الفتح 12/4)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدنا عباس علیہما السلام حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، دونوں حضرات طلب کرتے تھے اپنی میراث رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اور وہ دونوں اس وقت طلب کرتے تھے اپنی زمین فدک سے اور اپنا حصہ خیبر سے۔

تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ارشاد فرما رہے تھے: ہمارا (انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا) کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا، ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، اس کے سوانہیں کہ آل محمد اس مال سے کھائیں گے۔

(نیز) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں کوئی ایسا امر ترک نہیں کرونگا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اس مال میں وہ امر کرتے تھے مگر میں وہ کرونگا"۔

جب کہ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فانی اخشی ان ترکت شیئاً من امرہ ان ازیغ (صحیح البخاری مع العمدۃ 19/15)

ترجمہ: اس لیے کہ بے شک میں خوف کرتا ہوں کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے امر سے کوئی شئ چھوڑ دوں گا تو میں راہِ اعتدال سے ہٹ جاؤں گا۔

تیسری حدیث

"عن عائشة : ان فاطمة عليها السلام بنت النبى صلى الله عليه وسلم ارسلت الى ابى بكر تساله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما افاء الله عليه بالمدينة وفدك و مابقى من خمس خيبر فقال ابو بكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لانورث ما تركنا صدقة الحديث"
(صحیح البخاری: ص719 رقم الحدیث: 4240)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: بیشک سیدہ فاطمہ علیہا السلام نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی نے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کرتی تھیں اپنی میراث کا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، اس مال سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر لوٹا دیا مدینہ منورہ میں اور فدک میں اور جو بچ رہا تھا خیبر کے خمس سے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "لا نورث ما ترکنا صدقة"

چوتھی حدیث:

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی طویل حدیث میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا:

"فلما توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ابو بکر: انا ولی رسول الله صلی الله علیه وسلم فجئتما، تطلب میراثك من ابن اخیك و یطلب هذا میراث امراته عن ابیها فقال ابو بکر: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما نورث ما ترکنا صدقة"

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 4577 ص 778 مطبوعہ الریاض، جامع الترمذی: رقم الحدیث 1610 ص 510، سنن کبری للامام النسائی 6/99)

ترجمہ: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوگیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں، تو تم دونوں (ان کے پاس) آئے، تم (اے عباس رضی اللہ عنہ) اپنی میراث طلب کرتے تھے اپنے بھتیجے کی طرف سے، اور یہ (یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) اپنی بیوی کی میراث طلب کرتے تھے ان کے باپ کی طرف سے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "ما نورث ما ترکنا صدقة"۔ ہمارا کوئی (مال میں) وارث نہیں ہوتا، ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

ضروری وضاحت:

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعدد اسانید کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آدمی بھیج کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی میراث کا سوال کیا اور صحیحین میں ہی حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعدد اسانید کیساتھ یہ حدیث بھی مروی ہے کہ بنفس نفیس حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے میراث کے بارے میں ۔جبکہ صحیح مسلم ، جامع الترمذی ،سنن کبریٰ کی حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میراث کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور میراث طلب کی ۔ یہ تمام احادیث صحیحہ ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی تعارض اور تناقض نہیں ہے اس لیے کہ ان کے درمیان تطبیق وتوفیق واضح ہے اس طرح کہ چونکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک پردہ نشین خاتون اور حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی تھی لہذا ضرورت اور حاجت کے بغیر بنفس نفیس خود آپ کا امیر المؤمنین کے پاس تشریف لے جانا مستبعد ہے اس لیے پہلے آپ نے آدمی بھیج کر میراث طلب کی اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ ایسے اہم معاملہ میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کرنے کے لیے اہم ترین شخصیت کا انتخاب ہی ہونا چاہیے تھا تو دوسری حدیث کی تصریح کے مطابق وہ شخصیت حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجہ مرد ہونے کے پہلی دفعہ ہی بنفس نفیس خود تشریف لے گئے تو اس طرح پہلی بار حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میراث طلب کی ہے جیسا کہ صحیح مسلم و جامع ترمذی وسنن کبری کی حدیث صحیح میں موجود ہے ۔ جب کہ ان دونوں حضرات کو امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان مقدس :" لا نورث ما ترکنا صدقة" سنایا تو یہ حضرات واپس تشریف لے آئے تو ظاہر ہے کہ ان حضرات نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو امیر المؤمنین کے جواب سے آگاہ فرمایا تو اس کے بعد بنفس نفیس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امیر المؤمنین کے پاس تشریف لائیں اور ان کے ساتھ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور دونوں حضرات نے امیر المؤمنین سے میراث طلب کی ۔

نیز جامع ترمذی کی حدیث حسن بھی اس ترتیب کو واضح کر رہی ہے : اس میں ہے : جاءت فاطمة الی

ابی بکر فقالت من یرثك؟ قال اهلی وولدی قالت فمالی لاارث ابی؟

اس حدیث میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انداز تخاطب اور مکالمہ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس مسئلہ میں پہلے بات ہو چکی تھی اور انہوں نے ان حضرات کا مطالبہ پورا نہیں کیا تھا تو حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود تشریف لائیں اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ساتھ لائیں اور امیر المؤمنین سے میراث طلب نہیں کی بلکہ مناظرانہ انداز میں دلیل پیش کی: کہ تمہارا کون وارث ہوگا؟ تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے اہل اور میری اولاد، تو حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: تو پھر میں اپنے ابا جان کی وارث کیوں نہیں ہو سکتی؟

تو امیر المؤمنین خلیفۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث مبارک "لا نورث ما ترکنا صدقة" سنائی اور مزید جو ارشادات فرمائے وہ صحیحین وغیرھما من الکتب الحدیثیة کے صفحات پر چمن رہے ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے: ان احادیث کے درمیان اس تطبیق وتوفیق اور واقعات میں اس ترتیب کے سوا کوئی قول اہل علم کے نزدیک صرف مستبعد ہی نہیں بلکہ غیر معقول اور فاسد قرار پائے گا۔

نیز ان احادیث سے کسی ایک کو معتبر ماننا اور باقی کو غیر معتبر قرار دینا سنگین غلطی ہے، کیونکہ دوسری احادیث صحیحہ کے انکار یا عدم اعتبار کا اصولی کوئی جواز ہی نہیں ہے۔

ضروری تنبیہ:

ان احادیث صحیحہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئی ہیں تو اس سے پہلے ان کے علم میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صریح نص: "لا نورث ما ترکنا صدقة" آچکی تھی، کیونکہ پہلی مرتبہ جب حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور میراث طلب کی تو خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں یہ حدیث مبارک سنائی تو ان حضرات کا واپس جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خلیفۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جواب سے آگاہ نہ کرنا، ناممکن ہے، تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث نبوی سن کر مطالبۂ میراث کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو ساتھ لیکر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بنفس نفیس تشریف لائیں اور اپنا موقف حق ثابت کرنے کے لیے قیاس سے تمسک کیا جو جامع ترمذی کی حدیث حسن میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں لیکن خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات کو بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہی فرمان مقدس سنایا۔ اس حقیقت واقعیہ سے وہ فضلاء اپنی اصلاح کر لیں جو کہہ رہے ہیں کہ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث نبوی کا علم ہونے کے بعد میراث نبوی کا مطالبہ کرتیں تو پھر خطا ہوتی، ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ صحیحین کی احادیث صحاح سے تو یہ بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان فضلاء کو حق کے اعلان و اظہار کی توفیق دے اور یہ فوری اپنے اخلاص کا مظاہرہ کریں اور اپنی غلطی کی تلافی کر لیں۔ آمین یارب العالمین

اور ایسے ہی حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دوبارہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ تشریف لے گئے اور میراث طلب کی تو اس سے پہلے یہ حدیث نبوی ان کے علم میں بھی تھی۔ اس لیے کہ پہلی بار جب حضرت سیدنا علی مرتضیٰ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور میراث طلب کی تو آپ نے ان حضرات کو یہ حدیث نبوی سنا دی تھی اور ان حضرات کا مطالبہ پورا نہ کرنے میں اپنا شرعی عذر بیان فرما دیا تھا

یعنی سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے جانا اور میراث طلب کرنا حدیث مبارک "لا نورث ما ترکنا فهو صدقة" ان حضرات کے علم میں ہونے کے حال میں تھا نہ کہ عدم علم کے حال میں

اس سے وہ فضلاء اپنی اصلاح فرما لیں جنہوں نے لکھا ہے کہ عدم علم کی صورت میں مطالبہ یا سوال کرنا خطا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان حضرات کا مطالبۂ میراث اور میراث نبوی ہونے کے موقف پر قائم رہنا عدم علم کی صورت میں نہیں تھا بلکہ حدیث نبوی علم میں ہونے کے حال میں تھا جیسا کہ صحیحین کی مذکورہ احادیث سے ثابت ہے، البتہ بعد میں انہوں نے اپنے اس موقف سے رجوع کر لیا تھا۔

امید ہے کہ یہ فضلاء بھی اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبول حق کا اعلان و اظہار فوری کریں گے

اب سوال یہ ہے کہ حدیث نبوی علم میں ہونے کے باوجود میراث نبوی ہونے کے موقف پر قائم رہنا اور میراث طلب کرنا اور اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے قیاس مذکور پیش کرنا اور "یوصیکم اللہ فی اولادکم "

الآیۃ میں خطاب جوصرف امت کیلئے ہے، شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی صریح نص علم میں ہونے کے باوجوداس خطاب کوامت اورحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے عام سمجھنا، خطاہے یا صواب؟

نیز حدیث نبوی: "لا نورث ما ترکنافھو صدقۃ" اپنے عموم پر ہے اوراس پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے اور ایسے ہی شیعہ اور روافض کے سوا باقی تمام امت کا بھی اس پر اجماع ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے۔

بالخصوص اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان اس امر پر قطعی دلیل ہے کہ اس حدیث نبوی سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد بھی یہی ہے کیونکہ حدیث نبوی سے جوحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد نہیں ہے وہ معنی مراد لینا باطل اور غلط ہے جبکہ دلائل شرع سے ثابت ہے کہ باطل اور غلط امر پر امت مسلمہ کا اجماع ہوجانا، ناممکن اورمحال ہے۔

جبکہ حدیث نبوی :"لا نورث ما ترکنا صدقۃ " علم میں آجانے کے باوجود حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طلب میراث کی غایت توجیہ ائمۂ اہل سنت نے یہ کی ہے کہ آپ کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ حدیث نبوی اپنے عموم پرنہیں ہے آپ اس میں تخصیص کی قائل تھیں اور یہ سمجھ رہی تھی کہ میراث نہ ہونے کا حکم صرف اشیاءمنقولہ کی حدتک محدود ہے زمین اور باغات وغیرہ میں میراث ممتنع نہیں ہے.

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وکانھا اعتقدت تخصیص العموم فی قولہ :لا نورث ،ورأت ان منافع ما خلفہ من ارض وعقار لا یمتنع ان تورث عنہ (فتح الباری 249/6)

ترجمہ: اورگویا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث نبوی "لا نورث" الحدیث: میں عموم کی تخصیص کا اعتقاد رکھتی تھیں اور آپ یہ رائے رکھتی تھیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جومنافع زمین اور کھجور کے درخت (باغ) اورمنزل وغیرہ پیچھے چھوڑ گئے ہیں ان میں آپ کی وارثت جاری ہونا (شرعا) ممتنع نہیں ہے۔

توکیا جس حدیث نبوی کا عموم پر ہونا قطعی ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کے خلاف اس میں تخصیص کا اعتقاد رکھنا اور زمین و باغات وغیرہ غیرمنقولہ جائیداد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت جاری ہونا ممتنع نہ جاننا، خطاہے یا صواب ہے؟

بلاشبہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا احترام لازم اورضروری ہےلیکن شریعت مطہرہ کا احترام اور

تحفظ بھی تو فرض ہے اور یہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ کی حفاظت ہے۔ بہت سارے لوگوں نے اپنے ذوق ہی کو شریعت سمجھ رکھا ہے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

مسئلۂ میراثِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دو موقف:

مطالبۂ میراث کی روایات سے دو موقف روز روشن کی طرح واضح ہیں حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی دینی بصیرت کے مطابق یہی سمجھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے اوراس میں ہمارا حصہ ہے۔تو ان حضرات نے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے حصہ کا تقاضا کیا اور شروع میں حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی موقف تھا کہ میراث نبوی ہے جبکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس :"لا نورث ما ترکنا صدقة" سنایا۔تو ان حضرات نے اپنا موقف ترک کر دیا۔اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس پر اجماع اور اتفاق ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث (مال میں) ہے ہی نہیں ۔اور حدیث نبوی : "لا نورث ما ترکنا صدقة" (جسے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے) اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث نہ ہونا قطعیات اسلام سے ہے اور یہ عقیدہ قطعیہ ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت مطہرہ کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اور فیصلہ حق و صواب اور عینِ اسلام ہے کیونکہ سید الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمایا تھا بلکہ حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی اور آپ کی صریح نص بیان فرمائی تھی۔اور حضرت سیدہ فاطمہ و حضرت سیدنا علی مرتضیٰ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مسئلہ کے سمجھنے اور مطالبۂ میراث کرنے میں مصیب نہیں تھے۔

اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان :"لا نورث ما ترکنا صدقة" سننے اور تامل کرنے کے بعد انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور دوبارہ تقاضا نہ کیا ؟ جیسا کہ مذہب اہل السنت و الجماعت ہے۔

یا فریقین کا موقف از روئے شریعت مطہرہ حق وصواب اور درست تھا؟

اس لیے کسی فریق کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسے اس مسئلہ میں سہو ہوئی ہے، اس کا موقف حق و صواب اور درست نہیں تھا، کسی فریق کی طرف خطا (بمعنی ضد صواب) کی نسبت نہیں کر سکتے بلکہ یہی کہا جائے گا ان میں سے کوئی بھی خطا پر نہیں تھا۔

راقم الحروف کہتا ہے:

اس مسئلہ میں مذکورہ دونوں موقف شرعا حق وصواب اور درست ہونا ناممکن اور محال ہے۔

اس لیے کہ ایک موقف ہے: کہ حضور نبی کریم ﷺ کی میراث ہے اور دوسرا موقف ہے کہ آپ ﷺ کی میراث نہیں ہے.

پہلا موقف حضور نبی کریم ﷺ کی نص صریح کے خلاف ہے جبکہ دوسرا نص صریح کے عین مطابق ہے۔

اور اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ موافق نص شارع اور مخالف نص دو متضاد نظریے از روئے شریعت مطہرہ دونوں حق وصواب اور درست نہیں ہو سکتے۔ اور اسے احکام منصوصہ ناسخہ اور منسوخہ پر قیاس کرنا باطل اور مردود ہے کیونکہ وہ دونوں احکام شارع کی طرف سے ہوتے ہیں اور متقدم ومتاخر ہوتے ہیں اور یہاں ایسا ہرگز نہیں ہے لہذا صرف ایک موقف حق وصواب اور درست اور دوسرا غیر صحیح ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ کونسا موقف حق وصواب ہے؟

تو اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف اور فیصلہ از روئے شرع حق وصواب ہے۔ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک اس بات پر ایمان ضروری ہے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث نہیں ہے ان میں حضرت سیدہ فاطمہ وحضرت سیدنا علی مرتضیٰ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔

اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد والی امت مسلمہ کے لیے اس موقف کی حقانیت پر متعدد دلائل شرعیہ ہو گئے

(۱) حضور نبی کریم ﷺ کی نصوص صریحہ۔

کیونکہ حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی (مالی) میراث نہ ہونا صرف ایک ہی حدیث نبوی میں نہیں بلکہ متعدد احادیث مبارکہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۲) اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو اجماعِ امت کی اعلیٰ قسم ہے۔

ان دلائل شرعیہ سے اس عقیدہ کا قطعیات اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہونا ثابت ہو گیا جس پر ایمان لانا سب پر لازم اور ضروری ہے۔ اور یہ حقیقت اہل علم کے لیے کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ دو متضاد موقف اور نظریے جن میں سے ایک صریح نص کے موافق اور دوسرا مخالف ہو تو ان دونوں کے حق وصواب ہونے پر ایمان ممکن ہی نہیں۔

اب اگر اس پر ایمان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تھی ہی نہیں اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف اور فیصلہ شریعت مطہرہ کے مطابق اور حق وصواب ہے۔ تو حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مسئلۂ میراث نبوی کے بارے میں اور مطالبۂ میراث کرنے میں مصیب نہ ہونے کا قطعی عقیدہ رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ عقیدہ نہ ہونے کی صورت میں احادیث نبویہ صریحہ :لا نورث ما ترکنا صدقۃ،، انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ ،،انی لا اورث،، وغیرھا من الاحادیث۔

اور اجماعِ صحابہ کرام بر عدم میراث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق وصواب ہونے پر ایمان ممکن ہی نہیں ہے۔

ایسے ہی حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا باقی تمام امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے جب حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ کیا کہ آپ سے ان کے حصۂ میراث کے بارے میں بات کریں تو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مقدس: "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" یاد دلانے سے انہوں نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری وکتب کثیرہ میں ہے۔

تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک سننے سے پہلے مسئلۂ میراث نبوی سمجھنے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجنے میں ان صاحبات طیبات طاہرات کے مصیبہ نہ ہونے کا قطعی عقیدہ ہونا بھی لازم اور ضروری ہے۔

تب حدیث نبوی : "لا نورث ما ترکنا صدقۃ " اور اس مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف اور فیصلہ اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حق ہونے

پر ایمان متحقق اور ثابت ہوگا۔

تنبیہ: ان حضرات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ہر اس شخص پر لازم اور ضروری ہے جس کے علم میں یہ واقعات ہیں۔اس امر پر ائمۂ کرام اور علمائے اعلام کی نقول وتصریحات تلاش کرنا یا ان کا مطالبہ کرنا بے محل ہے اس لیے یہ حکم مذہب مہذب اہل السنت والجماعت کے قطعی اصول پر مبنی ہے اور بدیہیات سے ہے اس پر اقوال و نقول کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر تمام علمائے اعلام اور ائمۂ کرام کا یہی عقیدہ ہے اس لیے کہ جب اسلام اور مذہب اہل سنت میں اس کے خلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے تو ہمارے اسلاف کرام حضرات صحابہ کرام ومن بعدھم ائمۂ اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین قطعیات اسلام کے خلاف اور متضاد امر کے حق وصواب ہونے کا اعتقاد کیسے رکھ سکتے ہے؟

اور بالیقین حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہراء وحضرت سیدنا علی مرتضیٰ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات طیبات طاہرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا بھی یہی قطعی اعتقاد تھا کہ ہمارا پہلا موقف: کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے۔حق وصواب اور درست نہیں تھا اس میں ہم مصیب نہیں تھے۔ اس لیے کہ کسی صاحبِ فہم سلیم کے نزدیک تو ممکن ہی نہیں ہے کہ یہ پیکر اخلاص نفوس قدسیہ اپنا موقف ارشادات نبویہ صریحہ کے خلاف ثابت ہوجانے کے باوجود یہ اعتقاد رکھیں کہ ہمارا موقف بھی از روئے شریعت مطہرہ حق وصواب اور درست تھا بیشک وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص صریح کے خلاف تھا اس لیے کہ وہ نص صریح ہمارے علم میں نہیں تھی یا علم میں تو تھی لیکن ہمیں نسیان ہوگیا تھا یا ہم اس نص کی تاویل کررہے تھے جو مرادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ثابت ہوئی لہذا ہم بھی مصیب تھے۔

سوال:

کیا کسی فقیہ اور مجتہد کے علم میں کوئی صریح نص نہ ہو اور وہ دیگر نصوص شرع میں غور وفکر کر کے ایک موقف اختیار کرلے جو صریح نص کے خلاف ہو تو یہ کہا جائے گا کہ اس کا بیان کردہ حکم بھی حق وصواب اور درست ہے اور یہ عالم بھی مصیب ہے اس سے اجتہادی خطا نہیں ہوئی کیونکہ یہ نص صریح اس کے علم میں نہیں تھی؟

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گزارش ہے کہ جیسے ضروریات دین توحید ورسالت وختم نبوت پر ایمان فرض ہے تو ان کے منافی نظریات

کا انکار اوران کے باطل اور غلط ہونے کا اعتقاد رکھنا بھی فرض ہے۔ بالفاظ دیگر ضروریات دین کے منافی نظریات کا انکار کرنا اوران کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی ضروریات دین سے ہے تو ایسے ہی دیگر قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہل السنت والجماعت پر ایمان فرض ہے تو ان کے منافی نظریات کا انکار اوران کے باطل اور غلط ہونے کا اعتقاد بھی فرض ہے۔

قطعیاتِ اسلام اورضروریات مذہب اہل سنت کے منافی نظریات اور افعال کا انکار کرنا اوران کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے۔ اسلام اور مذہب حق کے یہ قطعی اصول ہیں جن سے غافل ہونے کی کسی خادم دین متین کے لیے گنجائش نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے اسلاف کرام حضرات صحابہ کرام ومن بعدھم ائمۂ اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان سے غافل ہوں؟

البتہ اسلام کے احکام چونکہ بتدریج آئے ہیں نزول قرآن بھی تدریجی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ بھی اسی اسلوب پر ہیں۔

توجن نفوس قدسیہ نے حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصوص صریحہ کا علم نہ ہونے یا علم کے بعد نسیان ہوجانے یا کسی تاویل یا مغالطہ کی وجہ سے ان نصوص صریحہ کے خلاف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہونے کا موقف اختیار کیا یا اس کا تقاضا بھی کیا، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح نص سننے اوراس سے مرادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھنے پر اپنے موقف سے رجوع کر کے حق قبول کرلیا۔ ان کے بارے میں ہم یہی اعتقاد رکھیں گے کہ وہ اپنے پہلے موقف میں مصیب نہیں تھے لیکن جب اس واقعہ کے رونما ہونے پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ منظر عام پر آچکے سب کو آگاہی ہو چکی اس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع بھی ہو چکا۔ اس عقیدے کا قطعیات اسلام سے ہونا واضح ہو چکا، تو اس کے بعد بھی جو لوگ نہیں مانتے بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افتراء اور بہتان باندھ رہے ہیں وہ گمراہ ہیں کیونکہ ان کا کوئی عذر نہیں ہے وہ صرف ضد اور عناد کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں۔

ایسے ہی میراث نبوی نہ ہونے کا عقیدہ قطعیات اسلام اورضروریات مذہب اہل سنت سے ہونے اوراس پر ایمان فرض ہونے کی وجہ سے، اس کے منافی اور متضاد نظریہ: میراث نبوی ہونے کا موقف اختیار کرنے اور میراث نبوی کا مطالبہ کرنے کو قطعی اور یقینی خطا نہ جاننا اوراس مسئلہ میں ان حضرات کا خطا پر ہونا تسلیم نہ کرنا بلکہ اس

مسئلہ میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطا کی نسبت کرنے کو بہت بڑی جسارت اور بے ادبی قرار دینا اور ایسا قول کرنے والے پر علانیہ رجوع اور توبہ لازم ہونے کا فتوی صادر کرنا، قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب حق اہل سنت کے خلاف ہے اور میراث نبوی نہ ہونے کے عقیدہ قطعیہ پر ایمان نہ ہونے کے مترادف ہے اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء اور بہتان ہے جس کی سنگینی اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ جب کہ کچھ لوگ اسلام اور مذہب مہذب کے قطعی اصول سے صرف نظر کر کے محض فرط عقیدت اور ذوق کی وجہ سے ضد کر رہے ہیں۔

یاد رکھیے اسلام ہمارے جذبات اور ذوق کے تابع نہیں ہے بلکہ اس کے اپنے اصول ہیں اور وہ سب پر لاگو ہوتے ہیں۔ ہم کسی کو مستثنیٰ نہیں کر سکتے یہ اختیار شارع علیہ الصلوۃ والسلام کو ہے۔

اگر تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی خصوصی فرمان مقدس ثابت ہے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہ ان سے مسائل شرعیہ کی تحقیق میں کسی قسم کی خطا واقع نہیں ہو سکتی تو وہ منظر عام پر لایا جانا چاہیے تاکہ سب آگاہ ہو جائیں اور اس بات کو بھی یقینی طور پر جان لینا چاہیے کہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا کوئی فرمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے

اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ممکن ہے کہ ان نفوس قدسیہ کا کوئی عذر ہو، اس کے باوجود اسلام کے قطعی اصول کے مطابق ان کا یہ موقف ازروئے شرع خطا ہونا قطعی ہے، تو معاصرین کا کیا عذر ہے کہ جب نصوص صریحہ اور اجماع صحابہ کرام کا علم بھی انہیں ہے اس کے باوجود نصوص صریحہ اور اجماع صحابہ کرام کے خلاف موقف کو ازروئے شرع خطا ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیعہ اور روافض کے نظریہ کی حقیقت:

شیعہ اور روافض کا یہ دعویٰ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث مال میں تھی سراسر باطل ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہنا کہ یہ حدیث: "لا نورث ما ترکنا صدقۃ "انہوں نے خود گھڑی ہے اور اہل بیت کو حق نہ دیکر ان پر ظلم کیا ہے، بھی سراسر افتراء اور بہتان ہے۔

نیز اس حدیث کے راوی صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہیں ہیں بلکہ اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت ہے۔ حتی کہ شیعہ اور روافض کی حدیث کی سب سے عظیم کتاب: "اصول الکافی" میں بھی یہ حدیث موجود ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مال میں وراثت نہیں ہوتی بلکہ علم میں

وراثت ہوتی ہے

ملاحظہ کریں۔شیعہ محدث ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸/۳۲۹ھ رقمطراز ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ : وان العلماورثۃالانبیاءان الانبیاءلم یورثوادینارا ولادرھماولکن ورثوا العلم فمن اخذ منہ اخذبحظ وافر (اصول الکافی 34/1 مطبوعہ ایران)

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ نے ارشادفرمایا: (تا) اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، بیشک انبیاء (کرام) نے دینار اور درھم کا وارث نہیں بنایا لیکن انہوں نے علم کا وراث بنایا ہے۔توجس شخص نے علم سے کچھ اخذ کرلیا اس نے وافر حصہ اخذ کرلیا،،

اہل سنت دریافت کرتے ہیں کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث خود تیار کی ہے تو کیا حضرات ائمۂ اہل بیت بھی جعلی حدیثیں روایت کرتے تھے؟

جب حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث روایت کی ہے اور شیعہ کا عقیدہ ہے کہ ائمۂ اہل بیت معصوم ہیں۔تو کیا امام معصوم نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء اور بہتان باندھا ہے کہ ایک جعلی اور گھڑی ہوئی حدیث روایت کی ہے؟ نعوذ باللہ من ذلک۔اور وہ بھی شیعہ امامیہ کی صحاح اربعہ میں سے سب سے مستند اور اعلیٰ کتاب میں موجود ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ حدیث تو واقعی صحیح ہے البتہ صرف حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر طعن کرنے کے لیے صدیوں سے غلط بیانی کیئے جارہے ہیں۔

شیعہ تو قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کی لاریب اور محفوظ کتاب ہونے پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ان کی حدیث کی سب سے عظیم کتاب "اصول الکافی" میں ایک پوراباب ہے جس میں موجودہ قرآن کریم کا تحریف شدہ اور تبدیل شدہ ہونا ثابت کرنے کی سعی مذموم کی ہے۔۔ملاحظہ کریں۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال:ان القرآن الذی جاءبہ جبرئیل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سبعۃ عشر ألف آیۃ

(اصول الکافی 634/2)

ترجمہ: حضرت امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا: بیشک وہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد (مصطفی) صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف لائے تھے سترہ ہزار آیات تھیں

جبکہ مسلمانوں کے پاس جو قرآن ہے اس کی آیات سات ہزار سے بھی کم ہیں۔ لہذا شیعہ کے نزدیک یہ اصل قرآن نہیں ہے کیونکہ اصل تو وہی تھا جو جبرئیل علیہ السلام لائے تھے۔

عن الاصبغ بن نباتة قال۔ سمعت امير المؤمنين عليه السلام يقول: نزل القرآن اثلاثا: ثلث فينا وفی عدونا و ثلث سنن وامثال و ثلث فرائض و احكام۔ (اصول الکافی 627/2)

ترجمہ: اصبغ بن نباتہ نے کہا: میں نے امیر المؤمنین (حضرت علی مرتضی) علیہ السلام کو یہ کہتے سنا: کہ قرآن تین تہائیاں نازل ہوا ہے ایک تہائی ہمارے بارے میں اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں۔ اور ایک تہائی سنن اور امثال ہیں اور ایک تہائی فرائض واحکام ہیں"

اب اگر اصل قرآن سترہ ہزار آیات کا تھا تو اس کی ایک تہائی پانچ ہزار چھ سو آیات سے بھی زیادہ ہوئی جو اہل بیت اور ان کے دشمنوں کے بارے میں تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ قرآن کریم کے قریب تو اصل قرآن میں اہل بیت اور ان کے مخالفین کے بارے میں ہی آیات تھیں،

لہذا موجودہ قرآن تحریف شدہ اور تبدیل شدہ ہے۔ لا حول ولا قوة الا بالله۔

عن سالم بن سلمة قال: قرأ رجل على ابی عبدالله عليه السلام (الى ان قال) واخرج المصحف الذی كتبه علی عليه السلام و قال: اخرجه علی عليه السلام الى الناس حين فرغ منه و كتبه فقال لهم: هذا كتاب الله عزوجل كما انزله الله على محمد صلى الله عليه و آله وقد جمعته من اللوحين فقالوا: هوذا عندنا مصحف جامع فيه القرآن لا حاجة لنا فيه. فقال اما والله ما ترونه بعد يومكم هذا ابداً، انما كان علی ان اخبركم حين جمعته لتقرؤوه

(اصول الکافی 633/2)

ترجمہ: "سالم بن سلمہ نے کہا: ایک شخص نے حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام پر قرآن پڑھا (تا) اور امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) نے وہ مصحف نکالا جسے حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا اور فرمایا:

یہ مصحف حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں (صحابہ کرام علیہم الرضوان) کی طرف نکالا تھا جس وقت آپ اسے لکھ کر فارغ ہوئے تھے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل فرمایا ہے اور میں نے اسے دو تختیوں سے جمع کیا ہے۔ تو لوگوں نے کہا: یہ ہمارے پاس مصحف جامع ہے اس میں قرآن ہے۔ جو آپ کے پاس ہے اس کی ہمیں کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا: آگاہ رہو، اللہ کی قسم تم اپنے اس دن کے بعد اسے کبھی نہ دیکھو گے، مجھ پر صرف یہی لازم اور ضروری تھا کہ جس وقت میں نے اسے جمع کر دیا ہے تو تمہیں باخبر کر دوں تا کہ تم اسے پڑھو"

لو قصہ ہی ختم ہوا شیعہ کے نزدیک اصل قرآن ہی غائب ہو گیا کیونکہ بزعم ان کے امام معصوم حضرت علی مرتضی علیہ السلام نے حلف اٹھا کر کہا ہے کہ تم اسے کبھی نہ دیکھو گے۔

جب اصل قرآن ہی غائب ہے جس کی ایک تہائی تو صرف اہل بیت کی شان اور ان کے دشمنوں کے بارے میں تھی۔ تو موجودہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور لاریب ومحفوظ کتاب ہونے پر شیعہ وروافض کا ایمان نہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

راقم الحروف نے اختصار کے پیش نظر مزید عبارات پیش نہیں کیں ورنہ ان کی اس کتاب (جو گیارہ سو سال سے پہلے کی ہے) کے کتنے ہی اوراق بھرے پڑے ہیں جن میں نمونے پیش کیے ہیں کہ یہ آیت اصل میں اس طرح تھی یہ آیت اصل میں یوں تھی۔ مقصد یہ کہ موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر افتراء اور بہتان ہے کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کی ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلك**۔

جب کہ اہل سنت کے نزدیک یہ تمام روایات ائمۂ اہل بیت پر افتراء اور بہتان ہیں۔ **نعوذ باللہ من ذلك**

جس مذہب کے اکابر اور اسلاف اتنے دلیر تھے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن اور تبرا کرنے کے لیے قرآن کریم کے بارے میں ہی ایسی روایات گھڑ کر ائمۂ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیں اور اہل اسلام کے پاس موجود قرآن پر ایمان ہی نہیں رکھتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خود حدیث تیار کرنے کا افتراء اور بہتان ان کے لیے کیا مشکل ہے؟ نہایت افسوس ہے کہ جس ذات اقدس نے اپنا ذاتی سارا مال اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دیا اس پر الزام لگاتے ہیں کہ اہل بیت کا مال انہیں نہ دیا۔ **لا حول و لا قوۃ الا باللہ**۔

وباللہ التوفیق

جب احادیث صحیحہ سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ مسئلۂ میراثِ خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام جاننے میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وحضرت سیدنا علی مرتضیٰ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا تمام امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو غلط فہمی ہوئی تھی ان کا موقف حضور نبی کریم ﷺ کی صریح نص کے خلاف تھا اسی لیے تو انہوں نے حدیث نبوی سن کر اپنے موقف سے رجوع کرلیا تھا جب حضور نبی کریم ﷺ کی میراث کے بارے میں حضرت سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا موقف صریح نص کے خلاف ہونے کی وجہ سے صواب اور درست نہیں تھا تو مطالبۂ فدک وغیرہ بھی تو اسی موقف کی بنیاد پر تھا۔ تو لامحالہ وہ بھی صواب اور درست نہیں تھا۔ اور میراث کا سوال کرنے اور مطالبہ کرنے میں خطا پر ہونے کا بھی یہی معنی ہے کہ آپ کا موقف اور اس پر مبنی یہ مطالبۂ میراث صواب اور درست نہیں تھا اور یہی مذہب اہل سنت ہے۔ مذہب اہل سنت کے قطعی اصول کے مطابق اس موقف کے خطا یعنی صواب اور درست نہ ہونے پر اجماعِ اہل سنت ہے۔

قرآن کریم میں بیان شدہ احکام میراث اگر آچکے تھے تو خاص طور پر حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں بھی آپ کے ارشادات عالیہ نصوص صریحہ کی صورت میں موجود تھے جو حضرات اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کے علم میں تھے اور حدیث: "لا نورث ما ترکنا صدقة" اس جماعتِ صحابہ کرام کے علاوہ تمام امہات المومنین نے بھی حضور نبی کریم ﷺ سے سنی تھی۔

اس لیے حضور نبی کریم ﷺ کی میراث کا مسئلہ بھی کوئی سربستہ راز نہیں تھا اس باب کی احادیث مبارکہ کے الفاظ کے تفاوت سے خوب واضح ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مختلف مجالس میں یہ حقیقت بیان فرمائی ہے اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اپنی میراث نہ ہونے کا حکم مختلف اوقات میں تعلیم فرمایا ہے۔

صحیحین میں حدیث ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سیدنا زبیر بن العوام اور حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا:

"انشد کم باللہ الذی بہ تقوم السماء و الارض،ھل تعلمون ان رسول اللہ ﷺ قال:

لا نورث ما ترکنا صدقة یرید رسول الله ﷺ نفسه؟ تو تمام حضرات نے جواب دیا: قد قال ذلك
پھر سیدنا علی مرتضی اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: انشد کما بالله هل تعلمان ان رسول الله ﷺ قال ذلك؟ تو ان دونوں حضرات نے جواب دیا: قد قال ذلك

(صحیح البخاری: حدیث 5358 ص 956 مطبوعہ الریاض)

عن مالك بن اوس بن الحدثان قال:

قال عمر لعبد الرحمن و سعد و عثمان و طلحة و الزبیر: انشد کم بالله الذی قامت له السموات والارض، سمعتم النبی ﷺ یقول: انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فهو صدقة قالوا: اللهم نعم

(سنن کبری للامام النسائی حدیث 6275 جلد 6 ص 98)

اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر ان اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سوال کیا ہے کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: "لا نورث ما ترکنا فهو صدقة" فرمایا ہے؟ تو سب حضرات نے جواب دیا: یہ ارشاد مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرور فرمایا ہے۔
اور سنن کبریٰ کی حدیث میں ہے۔ سمعتم النبی ﷺ یقول: الحدیث
کیا تم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے؟ تو تمام حضرات نے جواب میں کہا: اللهم نعم "اللهم، ہاں ہم نے سنا ہے۔ اس روایت میں ان تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اس حدیث مبارک کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع (سننے) کی تصریح ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها: ان ازواج النبی ﷺ حین توفی رسول الله ﷺ اردن ان یبعثن عثمان الی ابی بکر یسألنه میراثهن فقالت عائشة: الیس قال رسول الله ﷺ: لا نورث ما ترکنا صدقة

(صحیح البخاری ص 1162 حدیث 6830)

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جس وقت حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنے کا ارادہ کیا ،وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی میراث کا سوال کرنا چاہتی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا : کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا:"لا نورث ما ترکنا صدقۃ"

توحضرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجنے کا ارادہ ترک کر دیا جیسا کہ صحیح البخاری کی دوسری روایت میں تصریح ہے ۔نیز دوسری روایت میں "ارسل ازواج النبی ﷺ عثمان الی ابی بکر " سے ارسال اور بھیجنے کا ارادہ کرنا مراد ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

فقلت لھن :الا تتقین اللہ ؟الم تعلمن ان النبی ﷺ کان یقول : لا نورث ما ترکنا صدقۃ ۔یرید بذلك نفسه ۔انما یأکل اٰل محمد ﷺ فی ھذا المال
(صحیح البخاری،ص681 حدیث 4034)

ترجمہ: تو میں نے انہیں کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی ؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے : "لا نورث ما ترکنا صدقۃ "اس کے ساتھ آپ اپنی ذات کا ارادہ فرماتے تھے ۔ اٰل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال سے صرف کھائیں گے (بطور وراثت تقسیم نہیں کریں گے) صحیح البخاری کی اس حدیث مبارک کے الفاظ :الا تتقین اللہ ؟ کے بعد الم تعلمن ان النبی ﷺ کان یقول :لا نورث ۔الحدیث میں استفہام انکاری ہے ۔کیا تم نہیں جانتی یعنی تم جانتی ہو کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے "لا نورث ما ترکنا صدقۃ "الحدیث اسی وجہ سے اس سے پہلے فرمایا: الا تتقین اللہ ؟ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتی ۔

اس حدیث مبارک کے الفاظ سے خوب واضح ہے کہ حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کرتی تھیں جب آپ فرماتے تھے "لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل اٰل محمد فی ھذا المال"

نیز صحیح البخاری وصحیح مسلم میں ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا تقسم و رثتی دینارا ما ترکت بعد نفقۃ نسائی و مؤنۃ عاملی فھو صدقۃ (صحیح البخاری مع العمدۃ 27/15)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارث ایک دینار بھی تقسیم نہیں کریں گے (اس لیے کہ کوئی مال میں میرا وارث نہیں ہے)
میں جو جائیداد چھوڑ جاؤں میری بیویوں کے نفقہ اور عامل کے بقدر کفایت خرچہ کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہوگا۔
یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث نہ ہونے کے بارے میں احادیث نبویہ کی ایک جھلک ہے اور اگر صرف اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایات ہی جمع کی جائیں تو کلام طویل ہو جائے گا۔ اس لیے اب اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔

وباللہ التوفیق۔

اگر کسی مسئلہ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث صریحہ موجود ہو لیکن کوئی عالم فقیہ ان نصوص صریحہ کا علم نہ ہونے یا علم کے بعد نسیان ہو جانے یا علم کے بعد کسی تاویل کرنے کی وجہ سے اس مسئلہ کے بارے میں وہ موقف اختیار کرے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث صریحہ کے خلاف ہو۔ تو کیا کہا جائے گا کہ اس عالم فقیہ کا یہ موقف خطا نہیں ہے بلکہ صحیح اور درست ہے اس لیے کہ خاص اس مسئلہ کے بارے میں نصوص صریحہ جو تھیں وہ اس کے علم میں نہیں تھیں؟ یا یہ تاویل کر رہا تھا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیا یہ مذہب اہل سنت ہے یا کسی کا ذوق ہے؟

کیا احادیث نبویہ صریحہ میں بیان شدہ حکم شرعی کے متضاد حکم کو بھی از روئے شریعت صحیح اور درست قرار دیا جائے گا؟

جب کچھ دوسری شخصیات کے ساتھ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مسئلۂ میراث نبوی میں سہو ہوگئی تھی اور حدیث نبوی کا علم ہونے کے باوجود آپ نے اپنے موقف پر دلیل بھی دی جس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور میراث کا تقاضا بھی کیا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک سن کر ان تمام شخصیات نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا کسی نے فوری طور پر اور کسی نے تامل کے بعد۔ اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا۔ اور اس بات میں بھی کسی خادم دین متین کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ مسئلۂ میراثِ نبوی میں شریعت وہی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس ہے اور جس پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع ہے وہی مذہب اہل سنت و جماعت ہے اس پر ایمان فرض ہے تو جو موقف شریعت کے متضاد ہے۔ اجماع صحابہ کرام کے خلاف ہے کیا

اس کے خطا ہونے میں بھی کوئی شبہ ہوسکتا ہے؟

جب حضور نبی کریم ﷺ کی مال میں میراث نہ ہونا قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے۔ تو اس کے خلاف نظریے کے خطا ہونے اور صحیح اور درست نہ ہونے کا قطعی اعتقاد رکھنا بھی ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے ورنہ تو حضور نبی کریم ﷺ کی میراث نہ ہونے پر ایمان ممکن ہی نہیں ہے۔

تو جتنا اس عقیدہ قطعیہ پر ایمان ضروری ہے اتنا ہی اس کے متضاد نظریہ کو خطا ماننا ضروری ہے۔ اور اس نظریہ پر مبنی مطالبۂ میراث میں خطا پر ہونا، تسلیم کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے، اسلام میں اس کے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

تومحض اپنے ذوق کی پیروی میں اس کا نہ صرف انکار بلکہ اسے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بہت بڑی جسارت اور گستاخی قرار دینا بذات خود شریعت مطہرہ پر بہت بڑی جسارت ہے۔

نعوذ باللہ من ذلك

ان نفوس قدسیہ نے اپنے پہلے موقف اور اس موقف پر مبنی مطالبۂ میراث سے رجوع کر کے اس حقیقت کا عملاً اعلان کر دیا کہ مسئلۂ میراثِ نبوی میں ہمارا موقف اور اس پر مبنی مطالبۂ میراث حدیث نبوی کے خلاف اور متضاد ہونے کی وجہ سے ہرگز صحیح اور درست نہیں تھا بلکہ خطا تھا اس لیے ہم نے اس سے رجوع کر لیا ہے۔ ہم نے خلاف اولیٰ سے رجوع نہیں کیا بلکہ خلافِ شرع سے رجوع کیا ہے، جس کا خطا ہونا قطعی اور یقینی ہے،

کیونکہ حدیث نبوی: "لا نورث ما ترکنا صدقة" سے متضاد نظریہ ہرگز شریعت نہیں ہے،

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

نتیجۂ کلام

جب مسئلۂ میراث نبوی میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موقف اور اس پر مبنی مطالبۂ میراث کا خطا ہونا قطعی ہے کیونکہ نص صریح کے معنی مقصودی کے خلاف ہے اور اس کے خطا ہونے پر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے اور میراث نبوی نہ ہونے کے عقیدہ قطعیہ (جو قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے) پر ایمان کے لیے اسے قطعی اور یقینی خطا جاننا لازم اور ضروری ہے۔ اور اس کو خطا نہ ماننا حدیث نبوی: "لا نورث ما ترکنا فھو صدقة" اور اجماع صحابہ کرام بر عدم میراث خیر الانام

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطا قرار دینے کے مترادف ہے۔جس کی سنگینی اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

تو ایک سنی عالم دین کے اسے خطا کہنے کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بہت بڑی جسارت اور بے ادبی قرار دیکر اس سے علانیہ رجوع اور توبہ لازم ہونے کا فتویٰ دینا، درحقیقت سنیت سے علانیہ رجوع اور توبہ کر کے رافضیت اختیار کرنے کا فتویٰ ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلك**

اس لیے جن سنی علماء ومشائخ نے قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہب اہلِ سنت کے خلاف اس سنی فاضل سے رجوع اور توبہ کا تقاضا کیا یا لاتعلقی کا اعلان کیا یا انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گستاخ اور بے ادب جانا۔ان سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایسی سنگین بے احتیاطی پر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرو۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے میراث نبوی کے مسئلہ اور مطالبۂ میراث میں خطا پر ہونے کا اعتقاد اور اعتراف بھی لازم اور ضروری ہے۔

اور جن لوگوں نے مقدمے درج کروائے یا اسمبلی میں قرار داد پیش کی یا اس کی حمایت اور تائید کی یا حکمرانوں کو خطوط لکھے سب پر توبہ لازم ہے اور ان قرار دادوں اور مقدمات کا فوری خارج کیا جانا بھی لازم اور ضروری ہے۔نہایت افسوس ہے کہ اس پاک وطن جیسے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے نام پر حاصل کیا گیا ہے، کی سرزمین پر کفر وشرک کے مراکز قائم کرنے اور مندر تعمیر کرنے کے خلاف تو اسمبلی میں قرار داد پیش نہیں کی گئی ، حالانکہ دارالاسلام میں مندر تعمیر کروانے کا اختیار اسلام نے کسی حکمران کو نہیں دیا۔کفر وشرک کو ختم کرنے کے لیے اپنی توانائی صرف کرنا اسلامی ریاست کے سلاطین کا فریضہ ہے نہ کہ خود ہی مندر بنانے شروع کر دیں۔

ایمانی غیرت کا جنازہ نکلنے والی بات ہے کہ انڈیا میں عظیم الشان شاہی مسجد (بابری مسجد) شہید کر دی گئی اور ہمارے حکمران خود انہیں مندر تعمیر کر کے دے رہے ہیں کیا مسلمانوں کی زمین اور پیسہ مندروں کیلئے ہے؟

پاک وطن کی سرزمین کسی حکمران کی جاگیر نہیں ہے کہ جیسے چاہے تصرف کرے۔وہ تو اس کا محافظ ہے اور وہ خادم اسلام ہوتا ہے نہ کہ خادم کفر۔اس لیے ضد نہ کی جائے شریعت مطہرہ کی حدود کا احترام کیا جائے۔بلکہ خود اسمبلیوں کے اندر ہی بڑی بڑی گستاخیاں کی جارہی ہیں ان کے خلاف کوئی قرار داد پیش نہیں کی گئی۔جبکہ اس سنی عالم دین نے صراحتاً تو درکنار اشارۃً اور کنایۃً بھی گستاخی کا ارتکاب نہیں کیا، بلکہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ بیان کیا ہے۔

اگر وہ شیعہ اور روافض کے عقیدہ کے مطابق گستاخی بنتی ہے جو اہل بیت کرام کو حضرات انبیاء کرام و

مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی افضل جانتے ہیں جو کفر ہے، تو انہیں اہل سنت کی مسلکی آزادی سلب کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟

جو لوگ قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کی لاریب اور محفوظ کتاب ہونے پر ایمان نہیں رکھتے (ان کے اکابر اور ائمہ کا یہی عقیدہ ہے اور موجودہ لوگ ان کو اپنا امام مانتے ہیں) اور حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اور بالخصوص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فحش گالیاں دے رہے ہیں وہ باادب ہوگئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام حضرات اہل بیت وغیر اہل بیت علیہم الرضوان کی تعظیم وتکریم کرنے والے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غلامی کو سلطانی سے افضل جاننے والے بے ادب ہوگئے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ**

اور جن لوگوں نے اس عالم دیں کے الفاظ تبدیل کر کے وہ الفاظ لکھے جو گستاخی کا جملہ بنتا ہے۔ "خطا پر تھیں" کو خطا کار تھیں،، بتا کر مقدمہ درج کروایا ایسے لوگ سزا کے مستحق ہیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنا مسلک واضح بیان کرنا اور مخالفین کے جھوٹے الزامات کی اصل حقیقت بتانا علمائے اہل سنت کا فریضہ ہے۔ اس لیے اہل سنت کے اجماعی عقائد اور مسائل بیان کرنے سے منع کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جاسکتی خواہ وہ علانیہ روافض ہوں یا سنیت کے لبادے میں اندر سے رافضی ہوں (اجماعی کا حوالہ صورت واقعیہ کے تناسب سے ہے) یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالم نہیں تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معصومہ نہیں تھیں بات درست ہے لیکن اس سے عوام الناس چھوڑ کر اکثر مولوی صاحبان بھی اصل مسئلہ اور عقیدہ قطعیہ نہیں سمجھ سکتے۔ اگر انہوں نے سمجھا ہوتا تو پھر یہی کچھ ہونا تھا جو ہوا ہے۔ بے شک ان میں سنیت کے لبادے میں رافضی بھی ہیں لیکن بہت سارے مخلص بھی اسی غلطی میں واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے وضاحت سے بیان کرنا ضروری ہے۔ خطا کو صواب نہیں کہہ سکتے۔ افسوس ہے کہ قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت بھی اچھی طرح معلوم نہیں ہیں لیکن علماء کو گستاخ قرار دینے پر بڑے دلیر ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بالخصوص تمام علمائے اہل سنت کو اپنی ذمہ داری کا احساس اور اس سے عہدہ برآ ہونے کی سعادت بخشے۔ **آمین یارب العالمین۔**

آخر میں گزارش ہے کہ مسئلۂ میراث نبوی میں حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موقف کی شرعی حیثیت اور مذہب اہل سنت و جماعت بیان کرنے سے مقصود حق کا اظہار اور بیان اور ان فضلاء کی توجہ حقیقت واقعیہ کی طرف مبذول کروانا ہے جو اس مسئلہ میں غلط فہمی کا شکار ہو چکے ہیں۔
بڑی امید ہے کہ وہ اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبول حق اور اس کے اظہار و بیان میں تاخیر نہیں کریں گے۔

اور جید علماء کرام اس کو پڑھ کر پوری طرح مطمئن ہونے کی صورت میں اپنی تحریری اور تقریری تصدیق و تصویب اور تائید و توثیق منظر عام پر لائیں اور نوجوان حضرات اگر یہ تحریر بزرگ علمائے کرام تک خود لے جائیں اور پڑھ کر ان کے مطمئن ہونے کی صورت میں ان کی تحریری تصدیق و تصویب مندرجہ ذیل ایڈریس پر ارسال کریں تو اس سے بہت سارے لوگوں کا بھلا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت والیہ انیب و ما علینا الا البلاغ المبین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیہم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین

حررہ العبد الفقیر الی اللہ الغنی الکریم

نذیر احمد السیالوی عفی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جامعہ محمدیہ معینیہ فیصل آباد پاکستان

23 ذوالقعدۃ 1441ھ موافق 15.07.2020ء

hafizumarsialvi@gmail.com

WhatsApp:03008092933